حال احوال

تاریخ وار ملکی اور غیر ملکی زرعی خبریں

مئی تا اگست 2018

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی

اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

روٹس فار ایکوٹی

حال احوال

تاریخ وار ملکی اور غیر ملکی زرعی خبریں

مئی تا اگست 2018

مدیر

عذرا طلعت سعید

ترجمہ و ترتیب

جنید احمد

فدا حسین

آصف رضا

خالد حیدر

روٹس فار اکیوٹی

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
مخففات	Vii
نکتہ نظر	x
الف۔ملکی زرعی خبریں	1-73
I زرعی پیداواری وسائل	1-16
زمین	1
پانی	7
کسان / مزدور	15
II زرعی مداخل	16-23
صنعتی طریقہ زراعت	16
بیج	18
کھاد	20
زرعی مشینری	22
زرعی قرضے	23
III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء	23-37
غذائی فصلیں	26
پھل سبزی	27
نقد آور فصلیں	29

IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی	37-40
مال مویشی	37
ماہی گیری	38
V۔ تجارت	40-46
برآمدات	40
پھل سبزی	43
درآمدات	44
VI۔ کارپوریٹ شعبہ	46-51
کھاد کمپنیاں	46
کارپوریٹ لابی	46
VII۔ بیرونی امداد	51
عالمی بینک	51
VIII۔ پالیسی	52-54
پیداوار	53
تحقیق	54
IX۔ ماحول	55-60
زمین	55
پانی	57
آلودگی، صحت و تحفظ	59
X۔ موسمی تبدیلی	60-64
خشک سالی	61

XI۔ غربت اور غذائی کمی	64-67
غربت	64
غذائی کمی	65
XII۔ قدرتی بحران	68-69
بارشیں رطوفان	68
سیلاب	68
زلزلہ	69
XIII۔ مزاحمت	70-73
پانی	70
ب۔ بین الاقوامی زرعی خبریں	74-85
I۔ زرعی پیداواری وسائل	74
کسان مزدور	74
II۔ زرعی مداخل	74-75
صنعتی طریقہ زراعت	74
بیج	74
III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء	75-76
اشیاء	75
IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی	76
V۔ تجارت	76-77
برآمدات	76

VI۔ کارپوریٹ شعبہ	77-78
زرعی کیمیائی کمپنیاں	77
VII۔ بیرونی امداد	78-79
VIII۔ پالیسی	79
IX۔ ماحول	80
پانی	80
فضاء	80
X۔ موسمی تبدیلی	81-82
موسمی بحران	81
XI۔ غربت اور غذائی کمی	82
غربت	82
XII۔ قدرتی بحران	82-85
بارشیں رطوفان	82
سیلاب	83
زلزلہ	84
جنگلی آگ	84
XIII۔ مزاحمت	85

مخففات

AARI	Ayub Agricultural Research Institute
ACAC	Agricultural Credit Advisory Committee
AIIB	Asian Infrastructure Investment Bank
ANP	Awami National Party
APTMA	All Pakistan Textile Mills Association
BISP	Benazir Income Support Programme
BoR	Board of Revenue
CAAS	Chinese Academy of Agricultural Sciences
CAI	Cotton Association of India
CBC	Cantonment Board Clifton
CDWP	Central Development Working Party
CEMB	Center of Excellence in Molecular Biology
CPEC	China Pakistan Economic Corridor
CSR	Corporate Social Responsibility
DAP	Diammonium Phosphate
DHA	Defense Housing Authority
FBR	Federal Board of Revenue
FCA	Federal Committee on Agriculture
FFD	Flood Forecasting Division
FRC	Fertilizer Review Committee
GAM	Global Acute Malnutrition
HDF	Human Development Foundation
IARC	International Agency for Research on Cancer
IRSA	Indus River System Authority
IUCN	International Union for Conservation of Nature
KCA	Karachi Cotton Association
KCR	Karachi Circular Railway
KFHA	Karachi Fish Harbour Authority
MUET	Mehran University of Engineering & Technology
NAB	National Accountability Bureau

NARC	National Agricultural Research Centre
NDMC	National Drought Monitoring Centre
NHRC	National Human Rights Commission
NOC	No Objection Certificate
NTUF	National Trade Union Federation
PAMA	Pakistan Automotive Manufacturers Association
PAMRA	Punjab Agricultural Marketing Regulatory Authority
PARC	Pakistan Agricultural Research Council
PASSCO	Pakistan Agricultural Storage and Services Corporation
PCGA	Pakistan Cotton Ginners Association
PCRWR	Pakistan Council of Research in Water Resources
PDWP	Provincial Development Working Party
PEW	Pakistan Economy Watch
PFA	Punjab Food Authority
PFMA	Pakistan Flour Mills Association
PFVA	All Pakistan Fruit and Vegetable Exporters, Importers & Merchants Association
PIPIP	Punjab Irrigated-Agriculture Productivity Improvement Project
PLDDB	Punjab Livestock & Dairy Development Board
PMD	Pakistan Meteorological Department
PMSA	Pakistan Maritime Security Agency
PPA	Pakistan Poultry Association
PPRA	Public Procurement Regulatory Authority
PPRA	Punjab Procurement Regulatory Authority
PQA	Port Qasim Authority
PTA	Pakistan Tanners Association
PTDC	Pakistan Tourism Development Corporation
REAP	Rice Exporters Association of Pakistan
SAA	Sindh Abadgar Association
SAB	Sindh Abadgar Board
SAFE	State Administration of Foreign Exchange
SAGP	Sindh Agricultural Growth Project
SAGWU	Sindh Agriculture General Workers Union

SAI	Sindh Abadgar Ittehad
SAU	Sindh Agriculture University
SCA	Sindh Chamber of Agriculture
SIDA	Sindh Irrigation and Drainage Authority
SIRA	Sindh Industrial Relations Act
SPFC	South Punjab Forest Company
SUN	Scaling Up Nutrition
USPCAS-W	U.S.-Pakistan Center for Advanced Studies in Water
WAPDA	Water and Power Development Authority
WFP	World Food Programme
WHO	World Health Organization

آپ کی سہولت کے لیے

دس لاکھ	=	1,000,000	=	ایک ملین
ایک کروڑ	=	10,000,000	=	دس ملین
ایک ارب	=	1,000,000,000	=	ایک بلین
دس ارب	=	10,000,000,000	=	دس بلین
ایک کھرب	=	1,000,000,000,000	=	سوبلین/ٹریلین
		ایکڑ 2.471	=	ایک ہیکٹر
25 من	=	کلوگرام 1,000	=	ایک ٹن

نکتہ نظر

مئی تا اگست 2018 کی خبریں ملک کے معاشی و سیاسی ڈھانچہ میں پنہاں سرمایہ داری و جاگیرادری نظام کی واضح عکاسی کررہی ہیں۔

چین پاکستان اقتصادی راہداری کے حوالے سے کئی منصوبوں اور پالیسیوں پر پیش رفت ظاہر کررہی ہے کہ پاکستان میں سرمایہ داری نظام کی جڑیں مضبوط ہوتی جارہی ہیں۔ پاکستان کے سپریم کورٹ اور چیف جسٹس کی طرف سے بیان اور اقدامات اس کی ایک مثال ہے۔ چیف جسٹس کا بیان ہے کہ پاکستانی عدلیہ سی پیک منصوبے کی مکمل طور پر حمایت کرتی ہے جو عدالتی کاروائی سے واضح بھی ہے۔ مثلاً اعلیٰ سطح کی نیشنل جوڈیشل پالیسی میکنگ کمیٹی نے ہائی کورٹوں اور زیریں عدالتوں کو کہا ہے کہ سی پیک سے جڑے منصوبوں پر دوسرے فریق کو سنے بغیر حکم امتناع (stay order) جاری نہ کیا جائے۔ عدلیہ کا سی پیک کے ساتھ مکمل تعاون عجب نہیں۔ پاکستان ایک قرض میں ڈوبی ریاست ہے جسے چین کی 50 بلین ڈالر سے زیادہ سرمایہ کاری کی اشد ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خبریں نشاندہی کررہی ہیں کہ پاکستان کا چین پر انحصار بڑھ گیا ہے۔ یہاں تک کہ چین پاکستان کو قرض کی ادائیگیوں میں توازن کے لیے قرضہ فراہم کرتا رہا ہے۔

زمینی قبضے کے حوالے سے ان چار ماہ میں کئی خبریں شائع ہوئی ہیں جن میں ملک کے طاقتور طبقات کا کثرت سے ذکر ہے۔ قومی احتساب بیورو نے محکمہ ریونیو کے افسران کو گرفتار کیا ہے۔ ایک خبر کے مطابق کراچی سپرہائی وے پر ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کا رہائشی منصوبہ ڈی ایچ اے سٹی، جو چند ہزار ایکڑ پر واقع ہے، کا 731 ایکڑ حصہ ریونیو ریکارڈ میں تبدیلی کے ذریعے حاصل کیا گیا تھا۔ اس طرح کے الزامات و شکایات سوات ایکسپریس وے منصوبے سے بھی منسلک ہیں۔ ضلع مردان میں واقع بخشالی گاؤں کے مکینوں کا کہنا ہے کہ اس ایکسپریس وے کے لیے ان کی قیمتیں زرعی زمین باقاعدہ طور پر بروقت مناسب زرتلافی ادا کیے بغیر حاصل کی گئی ہے۔ ایک اور گاؤں میں بھی 1,000 کنال زمین پر قبضہ کیا گیا

ہے۔ بخشالی، شہباز گڑھی اور کئی دیگر متاثرہ دیہات کو ابھی تک ان کی زمین اور فصلوں کا معاوضہ نہیں دیا گیا ہے۔ اس طرح کے تنازعات اکثر سی پیک سے جڑی زمینوں کے حوالے سے پچھلے شماروں میں بھی بیان کیے گئے ہیں۔

زمین کے حوالے سے اور کئی مسائل بھی نظر آرہے ہیں جیسے کہ گڈانی فش ہاربر پر پاکستان ٹورازم ڈیولپمنٹ کارپوریشن کی 172 ایکڑ زمین پر نجی کمپنی کا قبضہ۔ بحرکیف اس مسئلہ کو اس وقت منظر عام پر لایا گیا کہ جب کمپنی کئی ملین روپے کی سرمایہ کاری اس زمین پر کرچکی تھی۔ نجی کمپنی کا کہنا ہے کہ اسے زمین کوسٹل ڈیولپمنٹ اتھارٹی کی جانب سے فراہم کی گئی۔ مزید یہ کہ اعلیٰ سرکاری اہلکاروں کی طرف سے مبینہ طور پر زمین کی منتقلی کے تنازعہ کوحل کرنے کے لیے 40 ملین روپے رشوت کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ زمین کے حوالے سے اگر کوئی بہتر خبر نظر آرہی ہے تو وہ یہ ہے کہ خیبر پختونخوا حکومت نے ضلع تورغر میں جنگلات کے مالکانہ حقوق مقامی قبائلیوں کو واپس کردیے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ان چار ماہ کی پانی کی کمی کے حوالے سے خبریں پاکستان میں آنے والے سالوں میں مزید مشکلات کا اشارہ کررہی ہیں۔ سال کے ابتدائی پانچ مہینوں میں ناکافی بارشوں کی وجہ سے ملک کے بیشتر حصوں میں خشک سالی جیسی صورتحال رہی جس کے نتیجہ میں خاص کر سندھ پر شدید منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ پانی کی کمی کی وجہ سے کپاس، چاول، مکئی اور گنے کی کاشت میں گھمبیر مسائل سامنے آئے۔ چاول کی بیجائی کے عمل میں تاخیر ہوئی اور تقریباً 40-30 فیصد رقبے پر چاول کی فصل کاشت نہ ہوسکی۔ یہ نقطہ اہم ہے کہ پاکستان چھ سے سات ملین ٹن چاول پیدا کرتا ہے جس میں سے تقریباً چار ملین ٹن سندھ میں پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح کپاس کی پیداوار میں بھی کمی کا خدشہ ہے۔ سندھ میں خیال کیا جارہا ہے کہ کپاس کی کاشت اپنے ہدف سے تقریباً 40 فیصد کم ہوگی۔ جاگیرداری اور سرمایہ داری وہ نظام ہے جو اپنے طبقے کی حفاظت ہر حال میں کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانی کی شدید قلت میں بھی سندھ کے جاگیرداروں نے محکمہ آبپاشی کی ملی بھگت سے پانی کا رخ اپنی زمینوں کی طرف مڑوا لیا۔

یقیناً موسمی تبدیلی ان مسائل کی وجہ ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ پاکستان پانی ذخیرہ کرنے کے موثر بندوبست میں ناکام رہا ہے۔ سندھ اور پنجاب کے درمیان پانی کی تقسیم اور ڈیموں کی تعمیر پر

سیاسی تنازعات مسائل کی وجہ رہے ہیں جنہیں بہتر حکمت عملی کے ذریعہ حل نہ کیا جاسکا۔ افسوس کہ ابھی بھی پالیسی ساز بڑے ڈیموں کی تعمیر کو ترجیح دے رہے ہیں کہ جب کہ حقائق واضح کرتے ہیں کہ بڑے ڈیم اکثر ناکام رہے ہیں۔

خشک سالی اور پانی کی شدید کمی کے دوران بھی اس کی تقسیم کے حوالے سے بدعنوانی کے واقعات سامنے آرہے ہیں۔ ایک طرف یہ الزامات کہ سندھ کی طرف آنے والے پانی کو پنجاب میں غیرقانونی طور پر بڑی بڑی مشینیں لگا کر چوری کیا گیا ہے۔ دوسری طرف بالکل واضح ہے کہ محکمہ آبپاشی کے اہل کاران حالات میں بھی اپنے فرائض انجام دینے میں غفلت اور بدعنوانی کے مرتکب ہورہے ہیں۔ محکمہ آبپاشی کی مجرمانہ غفلت سے کہیں نہروں میں شگاف پڑنے سے بڑے زمینی رقبے اور ماہی پروری کے تالاب برباد ہوگئے اور کہیں افسران اور جاگیرداروں میں گٹھ جوڑ کے ذریعہ چھوٹے کسانوں کی زمینوں تک پانی پہنچنے ہی نہیں دیا جارہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پاکستان میں مسائل وسائل کی کمی کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ حکمران طبقہ کی بدعنوانی اور اشرافیہ کی لوٹ مار ان مسائل کو بڑھا رہی ہے۔ مزید ستم یہ کہ حکمرانوں کی نااہلی اور بدعنوان افسر شاہی کے خلاف جب کسان وعوام احتجاج کرتے ہیں تو انہیں پولیس تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

موسمی تبدیلی کئی طرح سے ناصرف پاکستان میں بلکہ دنیا کے کئی ممالک میں اپنا رنگ دکھا رہی ہے۔ بنگلہ دیش، جاپان اور دیگر ممالک میں طوفانی بارشوں اور سیلاب نے تباہی پھیلائی جبکہ کہیں شدید گرمی کی لہر دیکھی گئی ہے۔ اسی طرح امریکی ریاست کیلی فورنیا میں جنگلات میں لگنے والی آگ نے تباہی مچا رکھی ہے۔ عالمی سطح پر موسمی تبدیلی اور اس کے نتیجے میں رونما ہونے والے شدید موسمی حالات سے ہمارے حکمرانوں کو سبق لینا چاہیے لیکن سرمایہ داری نظام تاریخ اور موجودہ حالات سے سیکھنے کے بجائے ان حالات کو منافع کمانے کا ذریعہ بنا کر تیزی سے لوٹ کھسوٹ کے لیے نت نئے حربے اپناتا ہے جس کی کئی مثالیں ہیں۔ پنجاب حکومت عالمی بینک کے اشتراک سے پانی کی کمی دور کرنے کے لیے قطرہ قطرہ آبپاشی نظام نصب کرنے کے لیے تگ و دو کررہی ہے۔ سندھ حکومت بھی پیچھے نہیں ہے جس نے بھاپ سے عمل کاری اور مصنوعی ماحول کے ذریعے پھل اور سبزیوں کو محفوظ اور ذخیرہ کرنے کے لیے 508.8 ملین روپے کی

زرتلافی فراہم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ کپاس کی پیداوار بڑھانے کے لیے چین نے پاکستان میں محمد نواز شریف زرعی یونیورسٹی میں سائنو۔ پاک ایگری بائیوٹیکنالوجی لیبارٹری قائم کی ہے جس کا مقصد جینیاتی کپاس کا ایسا بیج تیار کرنا ہے جو سفید مکھی کے خطرے سے نمٹنے میں مددگار ثابت ہو۔ یہ سب کچھ اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے کیا جارہا ہے کہ پاکستان کے پاس جینیاتی پودوں کی جانچ کے لیے ضروری جدید ٹیکنالوجی اور ماہرین کی شدید کمی ہے۔ ایسا ہی کچھ چاول کے ساتھ حال ہی میں ہوا جب چین سے درآمد شدہ چاول کی کھیپ میں بندرگاہ پر جانچ پڑتال کے دوارن جینیاتی چاول کے بیج پائے گئے۔ ان کی مزید جانچ کے لیے دو الگ الگ نمونے کراچی اور فیصل آباد کی لیبارٹریوں میں بھیجے گئے۔ فیصل آباد کی لیبارٹری نے بیج کو غیر جینیاتی قرار دیا جبکہ کراچی کی لیبارٹری نے اسے جینیاتی قرار دیا۔ اس مسئلہ کا اب کیا حل ہے؟

پالیسی سازی بظاہر ابہام کا شکار ہے۔ ایک طرف محکمہ زراعت پنجاب اس بات پر زور دیتا نظر آرہا ہے کہ پاکستان بیج کے حوالے سے خود مختار ہو اور دوسری طرف بڑھ چڑھ کر غیر ملکی بیج ٹیکنالوجی کو فروغ دیا جارہا ہے۔ جینیاتی کپاس کے بیج کی وجہ سے آج پاکستان کو کپاس کی پیداوار میں شدید مسائل کا سامنا ہے اور کپاس سے جڑی صنعتوں مثلاً اپٹما اور کراچی کاٹن ایسوسی ایشن نے حکومت سے کپاس پر درآمدی محصولات ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ دوسری طرف محکمہ زراعت پنجاب کا دعویٰ ہے کہ کپاس کی پیداوار کی منصوبہ بندی ''کاٹن مشن 2025'' پنجاب میں کپاس کی 20 ملین گانٹھوں کی پیداوار یقینی بنائے گی اور ان دعووں کی تکمیل کے لیے جینیاتی بیج سے حاصل ہونے والی پیداوار کے ''سبز باغ'' دکھائے جارہے ہیں۔ یہ ایک سنگین حقیقت ہے کہ پاکستان خشک سالی کا شکار ہے اور اس حوالے سے حالات میں بہتری کی فی الحال امید بھی نظر نہیں آتی۔ دوسری حقیقت ہے کہ جینیاتی بیج کچھ سال تو پیداوار دیتے ہیں لیکن پھر نئی نسل کے بیج کی ضرورت ہوتی ہے اور چاہے کچھ بھی ہو کپاس کی فصل بے تحاشہ پانی مانگتی ہے۔ یہ بیج قابل اعتبار نہیں کیونکہ صنعتی شعبہ ان بیجوں کو انسان کے لیے خوراک اور باعزت روزگار کے حصول کے لیے نہیں بناتا بلکہ مقصد بار بار نئے بیج کی ضرورت پیدا کرکے منافع کمانا ہوتا ہے۔ یوں کچھ ہی سالوں میں ان بیجوں کی بدولت ماحول اور جاندار شدید نقصان سے دوچار نظر آتے ہیں۔ امریکہ میں بیج اور زرعی

زہر بنانے والی کمپنی مونسانٹو جو اب ایک جرمن کمپنی بائیر اے جی کو فروخت کردی گئی ہے، ایک مقدمہ ہار گئی ہے۔ جہاں یہ ثابت ہوچکا ہے کہ اس کے زہریلی اسپرے سے انسانوں میں سرطان ہونے کے خدشات ہیں۔ اسی طرح ایک اور اسپرے ڈی کمبا سے بھی ماحولیات کو شدید نقصان کی اطلاعات ہیں۔ اتنے واضح ثبوت کے بعد بھی پاکستانی سائنس دان جینیاتی بیج کے استعمال اور تحقیق دونوں کو بڑھ چڑھ کر فروغ دے رہے ہیں۔

افسوس کہ امریکی صدر ٹرمپ دن رات پاکستانی ریاست کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے رہے ہیں لیکن ہمارے حکمران امریکی ریاستی اہلکاروں کو ملک میں کھلے عام کسان وعوام دشمن پالیسی سازی کو فروغ دینے کی اجازت دے رہے ہیں۔ لاہور میں حیاتیاتی علوم کے مرکز سینٹر آف ایکسیلینس ان مولیکیولر بائیولوجی میں امریکن سوسائٹی آف پلانٹ بائیو لوجسٹ کی طرف سے ایک ورکشاپ منعقد کیا گیا۔ اس ورکشاپ میں پاکستانی سینٹر کے ڈائریکٹر کا کہنا تھا کہ تعلیمی و تحقیقی اداروں اور صنعتوں کو مل کر زراعت میں جدت کے حوالے سے آگاہی پھیلانے کی ضرورت ہے تاکہ اس حوالے سے غلط تاثرات کو روکا جاسکے۔ شاید انہیں دنیا بھر میں جینیاتی فصلوں کے خلاف ہونے والی تنقید یہاں تک کے یورپی یونین میں جینیاتی فصلوں کے حوالے سے پالیسی کا علم نہیں یا پھر شاید علم ہو لیکن عوام و کسان کے حالات کی انہیں پرواہ نہیں!

ہمارے حکمرانوں کا مسئلہ ہی یہ ہے کہ وہ غیرملکی سرمایہ دار کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ ڈبلیو ٹی او میں ٹرپس نامی معاہدہ امریکی زرعی کمپنیوں نے ہی زبردستی داخل کروا کر منظور کروایا تھا تاکہ ٹرپس معاہدے کے تحت جینیاتی بیجوں کو دنیا بھر میں فروخت کرکے ان سے منافع کمایا جائے۔ جینیاتی تبدیلی کے ساتھ منڈی میں لائے گئے بیج پر ان ہی کمپنیوں کی اجارہ داری ہے اور جیسا کہ پہلے لکھا گیا کہ ان بیجوں اور جینیاتی ٹیکنالوجی کے ماحولیات پر منفی اثرات بڑھتے جارہے ہیں اور ملک میں نا تو اتنے تجربہ کار سائنسدان ہیں اور نا ہی تکنیکی صلاحیت کہ ان جینیاتی بیجوں کی جانچ کے بعد ان کے منفی اثرات کو زائل کیا جاسکے۔

اگر ہم سرمایہ دارانہ نظام سے جڑے مسائل کو پرکھیں تو ان چار ماہ کی خبروں میں کئی خبریں نہایت تشویشناک ہیں۔ ماحولیاتی آلودگی بڑھتی جارہی ہے اور منافع کی حوس میں غذائی آلودگی بھی تیزی

سے بڑھتی جارہی ہے۔ ایک طرف ہماری جھیلوں میں آلودگی کی روک تھام کے لیے احکامات جاری کیے جارہے ہیں اور دوسری طرف کراچی کے ساحل سمندر میں غیر صاف شدہ آبی فضلہ پھینکنے پر سپریم کورٹ کی پیش رفت ہے لیکن حاصل کچھ نہیں۔ نقصان تو ان ماہی گیروں اور کسانوں کا ہے جو اس آلودگی کی وجہ سے اپنے روزگار سے ہاتھ دھونے پر مجبور ہیں۔ یہ عجب پیمانہ ہے کہ آلودگی پھیلانے والے صنعت کاروں پر کوئی جرمانہ اور نا ہی قید بامشقت لاگو کی جارہی لیکن دودھ میں پانی ملانے پر موقع پر ہی بھاری جرمانے عائد کیے جارہے ہیں۔ اس سے قطعاً انکار نہیں کہ آلودہ دودھ انسانی صحت کے لیے مضر ہے لیکن کیا صرف مزدور بستیوں پر ہی قانون اور اس کے اہلکاروں کا بس چلتا ہے؟ یہ طبقہ تو آلودگی پھیلا کر صرف روزگار ہی حاصل کر پارہا ہے جبکہ صنعت کار کروڑوں کا منافع حاصل کرتے ہیں۔

ایک خبر یہ نشاندہی کررہی ہے کہ فضاء میں کاربن گیس بڑھ جانے سے فصلوں میں غذائیت کم ہوتی جارہی ہے۔ پاکستان میں ایک بہت بڑی آبادی، 58.1 فیصد گھرانے، غذائی عدم تحفظ کا شکار ہے۔ اگر یہ خبریں صحیح ہیں تو کیا ہمارے حکمرانوں کو کٹہرے میں نہیں کھڑا ہونا چاہیے؟ فصلوں میں غذائیت کی کمی کے ذمہ دار کیا ہائبرڈ اور سبز انقلاب کے تحت متعارف کروائے گئے زیادہ پیداوار دینے والے بیج نہیں ہیں جو زمین کی گہرائی سے غذائیت جذب کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ یہ جانتے ہوئے کہ بچوں کی ابتدائی زندگی میں نشونما میں کمی بچوں میں بڑھوتری اور تعلیم کے حوالے سے ناقابل تلافی نقصان کا سبب بن سکتی ہے، حکمران کیا کررہے ہیں؟ ایک طرف صنعت کاروں کو مراعات فراہم کرکے ہزاروں ٹن گندم ملک سے باہر بھیجی جارہی ہے اور دوسری طرف نجی شعبہ وژن 2030 پیش کررہا ہے جس کے تحت باغبانی شعبہ میں پھل اور سبزیوں کی پیداوار سے لے کر ان کی نقل وحمل اور برآمد تک تمام مراحل مزید جدید اور موثر بنائیں جائیں گے لیکن کہیں یہ خیال نہیں پیش کیا جارہا ہے کہ یہ اہم ترین غذا بھوک سے بلکتے، غذائی کمی کے شکار بچوں کو فراہم کی جائے گی، ایسا سرمایہ دار کب سوچ سکتا ہے! مزدوروں کے بلکتے بچے ان سرمایہ داروں کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

سونے پر سہاگہ، ہمارے ’’مددگار اور خیرخواہ‘‘ غیرملکی ادارے، جس میں عالمی بینک، ورلڈ فوڈ پروگرام اور آسٹریلوی حکومت کے علاوہ دیگر غیر سرکاری تنظیمیں شامل ہیں، نے مل کر خوراک میں اضافی

غذائیت شامل کرنے کی حکمت عملی (پنجاب فوڈ فوٹیفیکشن اسٹریٹجی 2018) پیش کردی ہے۔ کیا واقعی ہمارے حکمران نہیں جانتے کہ غیر ملکی کمپنیوں جن میں نیسلے بھی شامل ہے، کے لیے خوراک میں اضافی غذائیت کی شمولیت ایک بہت بڑی منافع بخش صنعت ہے۔ اس حکمت عملی سے ہمارے بچوں میں غذائیت بڑھے یا نا بڑھے ان سرمایہ کار منافع خور کمپنیوں کی دولت میں بے تحاشہ اضافہ یقینی ہے۔

ماحولیاتی آلودگی پیدا کرنے والے سرمایہ کار اور پالیسی ساز ماحول کو بہتر بنانے کے لیے اب نت نئی ترکیبیں پیش کررہے ہیں۔ عالمی بینک نے حال ہی میں پنجاب سیٹیز (پنجاب کے شہر) کے نام سے نیا شوشہ پیش کیا ہے۔ خبروں کے مطابق اس پروگرام کا مقصد شہری انتظامات وسہولیات کی فراہمی کے لیے بلدیاتی اداروں کی کارکردگی کو مستحکم کرنا ہے۔ دوسرے لفظوں میں شاید چور کو مزید چوری کرنے کے لیے نئے گر سکھائے جارہے ہیں۔ اس قسم کے پروگرام پاکستان بننے کے بعد سے ہی امریکہ اور دیگر سرمایہ دار ممالک ہمیں پیش کرتے رہے ہیں جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ ملک شدید انتشار کی حالت میں عدم استحکام سے دوچار ہے۔ کہیں موسمی بحران، خوراک میں غذائیت کی کمی کا بحران، آلودگی کا بحران اور پانی کی شدید کمی کا بحران ہے۔ حکمران اسی انتشار کا فائدہ اٹھا کر آئے دن نت نئے بہکاوے اور بہلاوے عوام کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس صورتحال میں عوام کے لیے صرف ایک ہی راستہ ہے کہ وہ خودمختاری کے نعرہ کو حکمت عملی میں بدل دے، جدوجہد کے راستے پر چلتے ہوئے حقیقی عوامی ریاست قائم کرے۔

سرمایہ دار گروہوں یا کارپوریٹ لابی کا جائزہ لیں تو نظر آتا ہے کہ ان کی طاقت پالیسی سازی کو ان کے اپنے مفاد کے لیے ہموار کرسکتی ہے۔ کبھی مقامی بیج کے صنعت کار بیج اگانے کے لیے مراعات کا مطالبہ کرتے نظر آتے ہیں اور کہیں آٹا مل مالکان ملک سے آٹا اور اس سے بنائی گئی اشیاء برآمد کرنے کے لیے طویل المدت حکمت عملی پر عمل درآمد کا مطالبہ کرتے ہیں۔ گوشت ہو، پھل ہو، گندم ہو یا پھر چاول سرکار کے ساتھ ساتھ صنعت کار بھی ملک کی ہر شئے کو عالمی منڈی تک پہنچا کر زیادہ سے زیادہ زرمبادلہ اور منافع سمیٹنے کی بھرپور کوشش کررہے ہیں۔ ایک طرف کیمیائی کھاد کی صنعت بے تحاشہ منافع کمارہی ہے اور دوسری طرف یوریا کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ خبریں نشاندہی کررہی ہیں کہ

یوریا کی قیمت منڈی میں 1,800 روپے فی بوری تک پہنچ چکی ہے۔ ان حالات میں کسان کس طرح ایک باوقار اور خوشحال زندگی حاصل کرسکتے ہیں۔ بھارت سے کسانوں کی خودکشی کی خبریں بھی موصول ہورہی ہیں جن سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ دراصل بھارت اور پاکستان جیسے ممالک سامراجیت کو گلے لگائے ہوئے ہیں اور ان کی افسر شاہی ایسی پالیسی سازی کو فروغ دیتی ہے جس سے چین، امریکہ یا دیگر غیرملکی سرمایہ کاروں کو فائدہ ہو۔

اس کے علاوہ سندھ میں جنگلات کی زمین کو پٹے پر دیے جانے کی خبریں بھی ہیں۔ وزیر زراعت، جنگلات و ماہی گیری کے مطابق 20,000 روپے فی ایکڑ مالیت کی زمین 3,500 روپے فی ایکڑ کے حساب سے پٹے پر دے دی گئی۔ مزید یہ کہ محکمہ جنگلات سندھ کی 104,000 ایکڑ زمین پر غیر قانونی قبضہ ہے جبکہ 150,000 ایکڑ زمین پٹے پر دی جاچکی ہے۔ زمین کی بندر بانٹ اور قبضے کی یہ خبریں اس بات کی دلیل ہیں کہ آج بھی پاکستان نیم جاگیرداری نظام کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے جہاں عدلیہ جاگیردار اور افسر شاہی کی بدعنوانیوں پر قابو نہیں پاسکتی۔

زمینی قبضے میں سرمایہ دار بھی پیچھے نہیں۔ ایک خبر کے مطابق پنجاب میں جنگلات کا رقبہ بڑھانے کے لیے حکومت پنجاب نے سرکاری نجی شراکت داری کے تحت ساؤتھ پنجاب فوریسٹ کمپنی قائم کی ہے جو تجارتی بنیادوں پر شجر کاری متعارف کرائے گی۔ خیال کیا جارہا ہے کہ اس کمپنی کے ذریعہ آئندہ 20 سالوں کے دوران 20 بلین روپے آمدنی متوقع ہے۔ یہ بھی درج کرنا ضروری ہے کہ اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے 99,077 ایکڑ زمین دینے کی پیشکش کی گئی ہے۔ اب وقت بتائے گا کہ اس کمپنی کے ذریعہ آمدنی حکومتی خزانے میں جائے گی یا پھر یہ بھی بدعنوانی کے نظر ہو جائے گی۔ یہ یاد رہے کہ اس کمپنی کو قائم کرنے کے لیے کئی ایسی کسان آبادیوں کو بے دخل کیا گیا تھا جو پاکستان بننے سے پہلے ہی سے اس زمین کو آباد کرکے یہاں سے اپنا روزگار حاصل کررہی تھیں۔

افغانستان کے حوالے سے خبریں نشاندہی کررہی ہیں کہ پچھلے پانچ سالوں میں یہاں غربت کی شرح میں بے تحاشہ اضافہ ہوا ہے۔ یہ حالات وہاں 17 سال سے جاری جنگ کا نتیجہ ہیں جو سرمایہ دار ممالک اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے لڑے جارہے ہیں۔ ایک اور خبر واضح کرتی ہے کہ سرمایہ داری

نظام اپنے منافع اور منڈی کے تحفظ کے لیے کہاں تک جاسکتا ہے۔ جنیوا میں اقوام متحدہ کے اجلاس میں جہاں یہ خیال کیا جارہا تھا کہ بچوں کے لیے ماں کے دودھ کو فروغ دینے کے لیے قرار داد باآسانی منظور ہوجائے گی، امریکہ نے بچوں کا دودھ بنانے والی صنعت کا تحفظ کرتے ہوئے قرار داد سے ان الفاظ کوختم کرنے کا مطالبہ کیا جس میں دنیا بھر کے ممالک سے کہا گیا تھا کہ وہ بچوں کو ماں کا دودھ پلانے کے عمل کو فروغ دیں اور اس کی حمایت کریں۔ اس کے علاوہ پالیسی سازوں کو کہا گیا تھا کہ ایسی غذائی اشیاء پر پابندی عائد کریں جن کے بارے میں ماہرین کی رائے ہے کہ یہ غذائیں بچوں کی صحت پر منفی اثرات مرتب کرتی ہیں۔ مبینہ طور پر قرار داد پیش کرنے والے ملک ایکواڈور کو امریکی اہل کاروں نے فوجی امداد بند کرنے اور معاشی پابندیاں عائد کرنے کی دھمکیاں بھی دیں۔ شاید یہی وجہ تھی کہ آخر کار قرارداد روس نے پیش کی۔

ملک میں جاری واقعات و بحرانات چھوٹے اور بے زمین کسان مزدوروں سمیت استحصال کے شکار تمام تر طبقات کے لیے حالات کی سنگینی کا اشارہ کررہے ہیں خصوصا ان حالات میں کہ ریاست عالمی سرمایہ دار پالیسیوں پر عمل درآمد کے لیے تمام تر توانائیاں صرف کرنے پر آمادہ نظر آتی ہے چاہے اس کے لیے طاقت کا بھرپور استعمال ہی کیوں نہ کرنا پڑا۔ اس صورتحال میں اس ملک کے عوام کے لیے لازم ہے کہ وہ وسائل پر اپنے اختیار اور حقوق کے لیے یکجا ہوکر جدوجہد کی راہ پر ایک تابناک مستقبل کے لیے گامزن ہوجائیں۔

الف۔ ملکی زرعی خبریں

ا۔ زرعی پیداواری وسائل

زمین

- چین پاکستان اقتصادی راہداری

اپر دیر، کے پی کے میں مزدور جلسے سے خطاب کرتے ہوئے ڈپٹی چیئرمین سینیٹ سلیم مانڈی والا نے کہا ہے کہ چین پاکستان اقتصادی راہداری (CPEC) منصوبہ سابق صدر آصف علی زرداری نے بلوچستان اور خیبر پختونخوا جیسے چھوٹے صوبوں میں ترقی کے مواقع فراہم کرنے کے لیے شروع کیا تھا لیکن اس منصوبے کے تمام فوائد پنجاب کو دیے گئے جبکہ چھوٹے صوبوں کو نظر انداز کیا گیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ مسلم لیگ ن کی حکومت نے دانستہ CPEC (سی پیک) میں بلوچستان اور کے پی کے کو نظر انداز کیا ہے۔ (ڈان، 4 مئی، صفحہ 7)

چین کی جانب سے بار بار درخواستیں موصول ہونے کے بعد پاکستان کی اعلی سطح کی نیشنل جوڈیشل پالیسی میکنگ کمیٹی نے ملک کی ہائی کورٹس اور زیریں عدالتوں کو کہا ہے کہ سی پیک سے جڑے منصوبوں پر حکم امتناع (stay order) جاری نہ کیا جائے۔ چیف جسٹس کی سربراہی میں چاروں ہائی کورٹس کے اعلی جج صاحبان پر مشتمل نیشنل جوڈیشل پالیسی میکنگ کمیٹی اور شریعہ کورٹ نے بھی منصوبہ بندی کمیشن سے کہا ہے کہ وہ بھی سی پیک سے متعلق کسی قسم کی مدد کے لیے سپریم کورٹ سے رجوع کرے۔ ذرائع کے مطابق چین کی جانب سے ہر سطح پر حکم امتناعی سے استثنی پر زور دیا جارہا تھا اور چینی سرمایہ کاروں وٹھیکیداروں کے ساتھ تنازعات کے فوری حل کے لیے خصوصی اقدامات کرنے کی تجویز دی گئی تھی۔ (ڈان، 7 مئی، صفحہ 1)

وطن پارٹی کے بیرسٹر ظفراللہ خان نے سی پیک کے تحت چینی شہریوں کو کوئی طرح کا استثنی دینے کے خلاف سپریم کورٹ میں درخواست دائر کی ہے۔ درخواست میں کہا گیا ہے کہ حکومت پاکستان نے چینی شہریوں کو

پٹے پر زمین حاصل کرنے کی اجازت دی ہے جو ملکی خود مختاری کے مترادف ہے۔ درخواست میں پاکستان میں چینی شہریوں کے لیے تفریحی مقامات اور رہائشی کالونیوں کے قیام کو مستقل قبضے کے لیے پرفریب طریقہ قرار دیا گیا ہے۔ پاکستانی عوام سی پیک منصوبہ کا ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعے برصغیر پر برطانیہ کے قبضے سے موازنہ کررہے ہیں۔ (ڈان، 8 مئی، صفحہ 2)

سیکریٹری محکمہ منصوبہ بندی شعیب احمد صدیقی نے کہا ہے کہ کراچی سرکلر ریلوے (KCR) منصوبہ اور پاکستان ریلوے کا کراچی، لاہور اور پشاور ریل پٹری کی بہتری و توسیعی منصوبہ (ایم ایل - 1) پر سی پیک کے موجودہ مرحلہ میں ہی عمل درآمد کیا جائے گا۔ منصوبوں پر پیش رفت ہوئی ہے اور جلد کام کا آغاز کیا جائے گا۔ (ڈان، 9 مئی، صفحہ 18)

چیف جسٹس سپریم کورٹ میاں ثاقب نثار نے بیجنگ، چین میں اپنے ہم منصب سے ملاقات کے دوران کہا ہے کہ عدلیہ سی پیک منصوبہ کی مکمل طور پر حمایت کرتی ہے۔ پاکستانی عدلیہ سی پیک منصوبوں سے متعلق تجارتی تنازعات میں آسانی کے لیے اقدامات کرنے کے لیے پرعزم ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ سپریم کورٹ نے حال ہی میں تمام پاکستانی محکموں اور وزارتوں کے ساتھ سی پیک کے حوالے سے تفصیلی اجلاس منعقد کیا ہے اور زیریں عدالتوں کو ہدایات جاری کردی ہیں کہ سی پیک منصوبوں پر دوسرے فریق کو سنے بغیر حکم امتناعی جاری نہ کیا جائے۔ (بزنس ریکارڈر، 25 مئی، صفحہ 22)

چین سی پیک کے تحت مرکزی ریل پٹری (ایم۔ ایل 1) منصوبہ کے پہلے مرحلے کے لیے 2.89 بلین ڈالر سرمایہ کاری کرے گا۔ اس منصوبے کی مکمل لاگت تقریبا 3.4 بلین ڈالر ہے۔ منصوبہ کی تکمیل کے لیے چین وعدے کے مطابق کل لاگت (2.89 بلین ڈالر) کا 85 فیصد قرض دے گا۔ منصوبہ پر 19-2018 میں کام کے آغاز کا ہدف مقرر کیا گیا ہے جو 22-2021 میں مکمل ہوگا۔ (بزنس ریکارڈر، 27 مئی، صفحہ 1)

ایک مضمون کے مطابق حال ہی میں ختم ہونے والے مالی سال میں چین سے ملنے والے 1.8 بلین ڈالر قرض کا 90 فیصد حصہ صرف تین سی پیک منصوبوں کو ملا جبکہ دیگر منصوبے اپنے تکمیل کے ہدف سے کہیں دور ہیں۔ ان تین منصوبوں میں سکھر۔ ملتان موٹروے، تھاکوٹ۔ حویلیاں موٹروے اور اورنج لائن میٹرو منصوبہ شامل ہیں۔ گزشتہ مالی سال میں چین نے پاکستان کو 4.5 بلین ڈالر قرضہ دیا جس میں 2.2 بلین ڈالر تجارتی قرضہ، 1.8 بلین ڈالر سی پیک کے تحت اور 500 ملین ڈالر اسٹیٹ ایڈمنسٹریشن آف فارن ایکسچینج (SAFE) کی طرف سے جمع کروائے گئے۔ گزشتہ کچھ سالوں میں پاکستان کا چین پر انحصار بڑھ گیا ہے۔ چین پاکستان کو ادائیگیوں میں توازن کے لیے بھی قرضہ فراہم کرتا رہا ہے۔ (شہباز رانا، دی ایکسپریس ٹریبیون، 24 جولائی، صفحہ 13)

وزیر اعظم شاہد خاقان عباسی نے کہا ہے کہ سی پیک کے تمام منصوبے بشمول مغربی راستہ پر معمول کے مطابق کام جاری ہے۔ 2013 سے اب تک 1.74 ٹریلین روپے کے شاہراہوں کی تعمیر کے منصوبے مکمل ہوچکے ہیں کچھ پر کام جاری ہے اور کچھ منصوبہ بندی کے مراحل میں ہیں۔ یہ تمام منصوبے ملک کی سماجی معاشی ترقی کی ضمانت ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 1 جون، صفحہ 21)

- زمینی قبضہ

سندھ:

قومی احتساب بیورو (NAB) نے سپر ہائی وے، کراچی کے نزدیک 10,000 ایکڑ سرکاری زمین واگزار کرنے کا دعویٰ کیا ہے جس پر محکمہ ریونیو کی مدد سے بڑے رہائشی منصوبوں کا اعلان کیا گیا تھا۔ NAB (نیب) ترجمان کا کہنا ہے کہ تھانہ بولا خان، ضلع جامشورو میں زمین کی جعلی منتقلی کے الزام میں ریونیو حکام کے خلاف جاری ایک تفتیش میں نیب حکام کو کامیابی ملی ہے۔ اس سلسلے میں تین افسران کی گرفتاری عمل میں لائی گئی ہے۔ نیب ترجمان کا کہنا ہے کہ دیہہ ببر بند، تعلقہ بولا خان کی 731 ایکڑ زمین ایک بڑے رہائشی منصوبے کا حصہ تھی جبکہ دیہہ متصل بتھ میں واقع بقیہ زمین سپر ہائی وے پر قائم مختلف رہائشی

منصوبوں کا حصہ تھی۔ خبر کے مطابق ابتدائی طور پر نیب نے 731 ایکڑ زمین کا معاملہ اٹھایا اور ادارے کی پریس ریلیز میں اس زمین کا تعلق ''ایک بڑے رہائشی منصوبے'' کے نام سے ظاہر کیا۔ درحقیقت یہ منصوبہ ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی (DHA) کا ''ڈی ایچ اے سٹی'' ہے جو چند ہزار ایکڑ پر مشتمل ہے، جس کی کل زمین میں سے 731 ایکڑ زمین ریونیو ریکارڈ میں تبدیلی کرکے حاصل کی گئی تھی۔ (ڈان، 25 مئی، صفحہ 17)

بلوچستان:

سینیٹ کمیٹی نے پاکستان ٹورزم ڈیولپمنٹ کارپوریشن (PTDC) کی جانب سے گڈانی فش ہاربر پر 172 ایکڑ زمین پر نجی کمپنی کے قبضے کے تنازعہ کو حل کرنے میں غفلت برتنے پر تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ کمیٹی چیئرمین مولا بخش چانڈیو کا کہنا تھا کہ PTDC (پی ٹی ڈی سی) انتظامیہ نے نجی کمپنی کے خلاف اس وقت کوئی کارروائی کیوں نہیں کی کہ جب کمپنی نے زمین پر 1.25 بلین روپے سرمایہ کاری کی اور اس کے بعد زمین پر اپنا ملکیتی دعویٰ شروع کردیا۔ نجی کمپنی کے مالک ملک محمد خان نے کمیٹی کو بتایا کہ زمین 2014 میں کوسٹل ڈیولپمنٹ اتھارٹی کی جانب سے فراہم کی گئی تھی اور اب زمین پر بھاری سرمایہ کاری کے بعد پی ٹی ڈی سی اس زمین پر ملکیت کا دعویٰ کررہی ہے۔ ملک محمد خان نے مزید کہا کہ وزیراعظم کے سابق پرنسپل سیکریٹری فواد حسن فواد نے زمین کی منتقلی کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے 40 ملین روپے رشوت طلب کی تھی جسے انہوں نے مسترد کردیا۔ یہی وجہ ہے کہ کمپنی کو 172 ایکڑ زمین کی منتقلی اب تک تاخیر کا شکار ہے۔ (ڈان، 9 اگست، صفحہ 5)

خیبر پختونخوا:

خیبر پختونخوا میں باغات کے لیے مشہور مالاکنڈ کے علاقے پلائی کے رہائشیوں نے صوبائی حکومت کی جانب سے علاقہ میں سیمنٹ فیکٹری کی تعمیر اور اس مقصد کے لیے 400 ایکڑ زمین حاصل کرنے کے لیے غیر اعتراضی سند (NOC) جاری کرنے کے خلاف پشاور ہائی کورٹ سے رجوع کیا ہے۔ 15 سے زائد درخواست گزاروں نے عدالت سے سیمنٹ فیکٹری کی تعمیر کے لیے جاری کردہ NOC (این او سی) کالعدم

قرار دینے کی درخواست کی ہے۔ درخواست گزاروں نے زمین کے حصول کے لیے سیکشن۔ چار کے تحت جاری کردہ متنازع اعلامیہ بھی منسوخ کرنے کی درخواست کی ہے۔ درخواست گزاروں کا کہنا ہے کہ ان کا علاقہ پالائی عموماً سرسبز کھیت اور خصوصاً سنگترے کے باغات کے لیے مشہور ہے۔ اس علاقے کو مقامی لوگوں نے ماحول دوست بنائے رکھنے کے لیے حکومتی مدد کے بغیر ہرممکن کوشش کی ہے۔ سرکاری اندازوں کے مطابق اس علاقے میں 171,000 پھلوں کے درخت موجود ہیں۔ (ڈان، 6 مئی، صفحہ 7)

ضلع مردان کے بخشالی گاؤں کے متعدد مکینوں نے شکایت کی ہے کہ سوات ایکسپریس وے منصوبے کے لیے ان کی قیمتی زرعی زمین باقاعدہ طور پر بروقت مناسب زرتلافی ادا کیے بغیر حاصل کی گئی ہے۔ بخشالی اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں 600 کنال زمین سڑک کی تعمیر کے لیے حاصل کی گئی ہے جبکہ شہباز گڑھی گاؤں میں 1,000 کنال زمین حاصل کی گئی ہے۔ مقامی افراد کا کہنا ہے کہ جو زمین ان سے لی گئی ہے وہ زرخیز زرعی زمین ہے جس کی منڈی میں موجودہ قیمت 50,000 روپے فی مرلہ ہے۔ حکومت کی جانب سے زمین کے حصول کے لیے مقرر کی گئی قیمت سے اب تک زمین مالکان کو باقاعدہ طور پر آگاہ نہیں کیا گیا ہے۔ بخشالی، شہباز گڑھی، نارسک، چم ڈھری اور دیگر متاثرہ دیہات کو ابھی تک ان کی زمین اور فصلوں کا معاوضہ نہیں دیا گیا ہے۔ حکومت کا دعویٰ ہے کہ اس نے منصوبے کی تعمیر کے لیے زمین کی خریداری کی مد میں 1.8 بلین روپے مختص کیے ہیں لیکن متاثرین کا کہنا ہے کہ انہیں مناسب معاوضہ نہیں دیا گیا۔ (دی نیوز، 13 مئی، صفحہ 5)

- جنگلات

خیبر پختونخوا حکومت نے ضلع تورغر کے جنگلات کے مالکانہ حقوق مقامی قبائلیوں کو واپس کردیئے ہیں۔ 2011 میں عوامی نیشنل پارٹی (ANP) کی حکومت نے اس علاقے کے تمام جنگلات کو اپنی ملکیت قرار دے کر طورگر کی حیثیت کو قبائلی علاقے سے تبدیل کرکے اسے ضلع کا درجہ دے دیا تھا۔ وزیر اعلی خیبر پختونخوا کے مشیر زرگل خان کا کہنا ہے کہ اس حوالے سے وزیر اعلی کی جانب سے قائم کی گئی کمیٹی نے جنگلات

مقامی قبائل کو واپس کرنے کی سفارش کی تھی جس پر عمل درآمد کے لیے صوبائی کابینہ نے منظوری دی تھی۔
(ڈان، 26 مئی، صفحہ 7)

ایک خبر کے مطابق صوبہ پنجاب میں جنگلات کا رقبہ بڑھانے کے لیے ساؤتھ پنجاب فوریسٹ کمپنی (SPFC) نے تجارتی بنیادوں پر شجرکاری منصوبے کا آغاز کیا ہے۔ اس منصوبے سے ماحولیاتی فوائد کے علاوہ اگلے 20 سالوں کے دوران 20 بلین روپے آمدنی متوقع ہے۔ کمپنی کے سربراہ طاہر رشید نے ذرائع ابلاغ کو بتایا ہے کہ کمپنی نے تجارتی بنیادوں پر شجرکاری پاکستان میں پہلی بار نجی سرکاری شراکت داری کے تحت متعارف کی ہے۔ منصوبے کے تحت حکومت نے جنگلات کی زمین نجی اور کاروباری شعبے کو تجارتی بنیادوں پر جنگلات قائم کرنے کے لیے فراہم کی ہے۔ اس منصوبے کو سرمایہ کاروں کی جانب سے جنوبی پنجاب میں 99,077 ایکڑ زمین کے لیے مختلف پیشکشیں (پروپوزلز) جمع کروانے سے پہلے ہی متعلقہ محکموں سے منظوری مل چکی ہے۔ SPFC (ایس پی ایف سی) ایک سرکاری کمپنی ہے جس کا مقصد ہے کہ جنگلات میں اضافے اور پائیدار بنیادوں پر جنگلات کے تحفظ کے لیے سرکاری سرمایہ کاری کے ساتھ نجی شعبے کی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 29 جون، صفحہ 11)

پیپلز پارٹی کے مخالفین اس پر سندھ میں جنگلات کی زمین کوڑیوں کے مول پٹے (لیز) پر دینے کے الزامات عائد کرتے رہے ہیں۔ نگراں حکومت میں شامل وزیر زراعت، جنگلات و ماہی گیری خیر محمد جونیجو نے حیدرآباد میں ایک پریس کانفرنس کے دوران جنگلات کی زمین پٹے پر دینے کے معاملے میں ان بے قائدگیوں کی تصدیق کی ہے۔ صوبائی وزیر کا کہنا تھا کہ جنگلات کی زمین 3,500 روپے فی ایکڑ قیمت پر پٹے پر دی گئی ہے جبکہ منڈی میں اس کی قیمت تقریباً 20,000 روپے فی ایکڑ ہے۔ صوبائی وزیر نے مزید کہا کہ محکمہ جنگلات کی 104,000 ایکڑ زمین پر غیر قانونی قبضہ ہے جبکہ 150,000 ایکڑ زمین پٹے پر دے دی گئی ہے۔ جنگلات کی زمین پٹے پر دینے کا مقصد یہ ہے کہ موسمی تبدیلیوں کے اثرات سے بچنے کے لیے درخت لگائے جائیں لیکن زیادہ تر زمین زراعت کے لیے استعمال کی جارہی ہے۔ (دی ایکسپریس

ٹریبیون، 17 جولائی، صفحہ 4)

پانی

ایک خبر کے مطابق ملک میں پانی کی کمی بڑھتی جارہی ہے۔ حکام کے مطابق تربیلا ڈیم میں پانی کی سطح انتہائی نچلی حد (ڈیڈ لیول) کی طرف بڑھ رہی ہے اور فوری طور پر شمالی علاقوں کی جانب سے دریا کے بہاؤ میں اضافے کا امکان بھی نہیں ہے۔ انڈس ریور سسٹم اتھارٹی (IRSA) نے موسم خریف کے آغاز میں 40 فیصد پانی کی کمی کا اندازہ لگایا تھا۔ اگر دریا کے بہاؤ میں بہتری نہیں ہوئی تو امکان ہے کہ پانی کی یہ کمی 44 فیصد ہو جائے گی۔ پانی کی مسلسل کمی سندھ اور بلوچستان میں خریف کی فصلوں کے لیے انتہائی نقصاندہ ثابت ہوگی۔ (ڈان، 1 مئی، صفحہ 10)

- آبپاشی

IRSA (ارسا) نے تونسہ بیراج اور کوٹری بیراج کے درمیان ایک ملین ایکڑ فٹ پانی کے زیاں کی جانچ کے لیے محکمے کے ڈائریکٹر کی سربراہی میں کمیٹی تشکیل دی ہے۔ پنجاب اور سندھ کو اس وقت خریف کی فصلوں کے لیے پانی کی شدید کمی کا سامنا ہے۔ ان حالات میں ارسا نے ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا جس میں چاروں صوبوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ ترجمان ارسا خالد رانا کے مطابق پانی کے کم بہاؤ کی وجہ سے سندھ کو 53 فیصد جبکہ پنجاب کو 47 فیصد پانی کی کمی کا سامنا ہے۔ اجلاس میں شریک محکمہ موسمیات کے نمائندے کا کہنا تھا کہ مون سون کے حوالے سے پیشنگوئی جون کے وسط میں کی جاسکے گی۔ ترجمان ارسا کے مطابق ملک اس وقت مون سون بارشوں پر منحصر ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 16 مئی، صفحہ 12)

وفاقی وزیر آبی وسائل سید جاوید شاہ نے قومی اسمبلی کو تحریری طور پر آگاہ کیا ہے کہ پاکستان کے مختلف ڈیموں میں پانی ذخیرہ کرنے کی زیادہ سے زیادہ صلاحیت 14 ملین ایکڑ فٹ ہے جو دریاؤں کے سالانہ

بہاؤ کا دس فیصد بنتا ہے۔ پانی ذخیرہ کرنے کی یہ صلاحیت ملکی ضروریات کے لیے ناکافی ہے۔ ملک میں پانی کی کمی کی وجوہات میں نئے بڑے ڈیموں کی تعمیر نہ ہونا، موجودہ آبی ذخائر میں مٹی کا جمع ہونا، آبادی اور پانی کی طلب میں اضافہ اور موسمی تبدیلی شامل ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 22 مئی، صفحہ 12)

ارسا کے ترجمان رانا خالد کے مطابق اسکردو میں درجہ حرارت میں اضافے اور برف پگھلنے سے پانی کی بہاؤ میں اضافے کے بعد ارسا نے صوبوں کو ان کے حصے کے مطابق پانی فراہم کرنا شروع کردیا ہے۔ اسکردو میں درجہ حرارت 32 ڈگری تک پہنچ گیا جس کے بعد دریا میں پانی کا بہاؤ 122 فیصد اضافے کے بعد 108,000 کیوسک سے بڑھ کر 240,000 کیوسک ہوگیا ہے۔ پانی کے بہاؤ میں اس اضافے کے بعد ارسا نے پنجاب کے پانی کے حصے میں 34 فیصد، سندھ کے حصے میں 41.66 فیصد، بلوچستان کے حصے میں 75 فیصد اضافہ کردیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 5 جون، صفحہ 8)

ملک کے بالائی علاقوں میں درجہ حرارت میں اضافے کے بعد گزشتہ دو روز کے دوران دریاؤں کے بہاؤ میں واضح بہتری آئی ہے۔ پانی کے بہاؤ میں اضافے کے بعد ارسا نے تربیلا اور منگلا ڈیم میں پانی ذخیرہ کرنے کا آغاز کردیا ہے۔ دریائے سندھ پر قائم تربیلا ڈیم میں پانی کی آمد 167,000 کیوسک ہے جس میں سے 100,000 کیوسک بجلی کی پیداوار اور صوبوں کی پانی کی ضروریات کے لیے جاری کیا جارہا ہے جبکہ 67,000 کیوسک پانی ڈیم میں ذخیرہ کیا جارہا ہے۔ اسی طرح منگلا ڈیم میں 24,000 کیوسک پانی کے بہاؤ میں سے 20,000 کیوسک پانی بجلی کی پیداوار اور زراعت کے لیے جاری کیا جارہا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 12 جون، صفحہ 5)

پیپلز پارٹی سندھ کے صدر نثار احمد کھوڑو نے الزام عائد کیا ہے کہ پنجاب نے سندھ کا پانی چوری کرنے کے لیے دریائے سندھ پر کئی مقامات پر پانی نکالنے کے لیے 1,500 بڑی مشینیں (پمپ) نصب کی ہوئی ہیں۔ تونسہ بیراج سے سندھ کے لیے 135,000 کیوسک پانی جاری کیا جارہا ہے جبکہ پانی کی اس چوری

کی وجہ سے صرف 60,000 کیوسک پانی گڈو بیراج پہنچ رہا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ کئی ماہ سے جاری پانی کی کمی کی وجہ سے سندھ میں ٹھٹھہ اور بدین کی لاکھوں ایکڑ زرخیز زمین سمندری پانی آگے بڑھنے سے پہلے ہی خراب ہوچکی ہے۔ (ڈان، 16 جون، صفحہ 17)

ترجمان محکمہ زراعت پنجاب کے مطابق پنجاب حکومت عالمی بینک کے اشتراک سے پانی کی کمی دور کرنے کے لیے قطرہ قطرہ آبپاشی نظام کو فروغ دے رہی ہے۔ پنجاب اریگیٹڈ ایگری کلچر پروڈکٹوٹی امپرومنٹ پروجیکٹ (PIPIP) کے تحت ادارہ کھیتوں میں قطرہ قطرہ آبپاشی اور اسپرنکلر (فوارہ) آبپاشی نظام نصب کررہا ہے۔ اس ٹیکنالوجی سے کسان ڈیزل اور بجلی کی مد میں ہونے والے اخراجات کو 60 فیصد کم کرسکتے ہیں، اس کے علاوہ فی ایکڑ پیداوار میں 100 فیصد اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ حکومت کسانوں کو آبپاشی کے اس جدید نظام کی تنصیب میں مدد کے لیے 60 فیصد زرتلافی فراہم کررہی ہے جبکہ ضروری آلات رعایتی قیمتوں پر فراہم کیے جارہے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 16 جون، صفحہ 20)

ارسا کے ترجمان رانا خالد کے مطابق بارشیں نہ ہونے اور شمالی علاقہ جات میں درجہ حرارت میں کمی کے نتیجے میں برفانی پہاڑوں کے پگھلنے کا عمل سست ہونے کی وجہ سے منگلا ڈیم میں پانی انتہائی کم ترین سطح پر آگیا ہے۔ اس وقت منگلا ڈیم میں پانی تاریخ کی کم ترین سطح پر ہے جس میں آنے والے دنوں میں اضافے کے امکانات کم ہیں۔ عموماً اس موسم میں منگلا ڈیم میں پانی کی سطح میں اضافہ ہوتا ہے لیکن اس سال اس میں کمی ہورہی ہے جو پریشان کن ہے۔ اس موسم میں منگلا ڈیم میں عام طور پر تین ملین ایکڑ فٹ پانی ذخیرہ ہوتا ہے جو اس وقت 0.88 ملین ایکڑ فٹ ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 24 جون، صفحہ 2)

ترجمان ارسا رانا خالد نے کہا ہے کہ اتھارٹی نے ایک اجلاس میں پانی کی موجودہ صورتحال کا جائزہ لیا ہے۔ ترجمان کے مطابق دریا کے بہاؤ میں 23,100 کیوسک اضافہ ہوگیا ہے جس میں موجودہ بارشوں کے سلسلے کی وجہ سے مزید بہتری آنے کی توقع ہے۔ پنجاب کو پانی کی فراہمی 115,000 کیوسک سے

بڑھا کر 125,900 کیوسک جبکہ سندھ کو 145,000 کیوسک سے بڑھا کر 160,000 کیوسک کردی گئی ہے۔ اسی طرح بلوچستان کو فراہم کیا جانے والا پانی 14,000 کیوسک سے بڑھا کر 16,000 کیوسک کردیا گیا ہے جبکہ خیبر پختونخوا کے حصے میں کوئی اضافہ کیے بغیر 3,100 کیوسک پانی فراہم کیا جارہا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 4 جولائی، صفحہ 8)

ارسا نے دریائے سندھ، چناب، جہلم اور دریائے کابل میں پانی کا بہاؤ مجموعی طور پر 400,000 کیوسک تک پہنچنے کے بعد تربیلا اور منگلا ڈیم میں پانی ذخیرہ کرنے کا آغاز کردیا ہے۔ محکمہ آبپاشی پنجاب کے انجینئروں کا کہنا ہے ارسا ڈیموں میں پانی ذخیرہ کرنے کے اپنے سالانہ معمول (شیڈول) سے بہت پیچھے ہے اور موسم سرما کی فصلوں بشمول گندم کی بوائی کے لیے 13.5 ملین ایکڑ فٹ پانی ذخیرہ کرنا شاید ممکن نہ ہو۔ (بزنس ریکارڈر، 21 جولائی، صفحہ 7)

ایک خبر کے مطابق حالیہ بارشوں سے ملک کے اہم آبی ذخائر میں پانی کی سطح میں اضافہ ہوا ہے۔ دریائے چناب میں مرالہ، خانکی اور قادرآباد ہیڈ ورکس پر اونچے درجے کا سیلاب متوقع ہے۔ محکمہ موسمیات پاکستان (PMD) کے سیلاب کی پیشنگوئی کے ادارے فلڈ فورکاسٹنگ ڈویژن (FFD) کا کہنا ہے کہ دریائے چناب پر مرالہ، خانکی اور قادرآباد کے مقام پر اگلے 36 گھنٹوں میں پانی کا بہاؤ سیلابی سطح تک پہنچ سکتا ہے۔ ارسا کے حکام نے اس پیشنگوئی کی تصدیق کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان تینوں مقامات پر پانی کے بہاؤ کی استعداد 1.1 ملین کیوسک ہے۔ جب پانی کا بہاؤ 400,000 کیوسک تک پہنچے گا تو اس خطرناک صورتحال کو اونچے درجہ کا سیلاب تصور کیا جائے گا۔ (ڈان، 15 اگست، صفحہ 14)

سندھ حکومت نے اپنے پہلے اہم ترین ہدف پانی کے بحران پر قابو پانے کے لیے دو صوبائی وزراء اور ایک مشیر کو آبی صورتحال کا تجزیہ اور بیراجوں کا دورہ کرکے زرعی شعبے کو مزید تباہی سے بچانے کے لیے فوری اقدامات تجویز کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اس حوالے سے صوبائی وزیر کانکنی اور معدنیات میر شبیر علی بجارانی

نے سکھر بیراج کا دورہ کیا ہے جبکہ وزیر آبپاشی و خوراک اسماعیل راہو کا کوٹڑی بیراج کا دورہ جلد متوقع ہے۔ وزیر اعلی کے مشیر سردار محمد بخش خان مہر کو دریائے سندھ کے بالائی اور زیریں بہاؤ کا جائزہ لینے کے لیے گڈو بیراج کا دورہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ (ڈان، 26 اگست، صفحہ 19)

کندھ کوٹ کشمور ضلع میں توج شاخ میں شگاف پڑنے سے 15 گھر اور کھڑی فصلیں تباہ ہوگئی ہیں۔ سیلابی پانی سے درگاہ پیر ہیبت شہید میں قبرستان بھی زیر آب آ گیا ہے۔ مقامی افراد کے مطابق صبح کے وقت نہر میں شگاف پڑا جس کے بعد محکمہ آبپاشی اور مقامی انتظامیہ کو آگاہ کیا گیا لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ مقامی افراد نے مزید نقصان سے بچنے کے لیے اپنی مدد آپ کے تحت شگاف بند کیا۔ (ڈان، 31 جولائی، صفحہ 19)

ایسوتھیبو، دادو میں مہر ٹاؤن کے نزدیک رائس کنال کے بند میں شگاف پڑنے کے بعد سیلاب سے سیکڑوں ایکڑ زرعی زمین، پانچ ماہی پروری کے تالاب اور 25 رہائشی مکانات شدید متاثر ہوئے ہیں۔ کئی دیہات کے رہائشیوں نے فوری طور پر متاثرہ مقام پر پہنچ کر خود ہی شگاف بند کرنے کا کام شروع کیا۔ متاثرین کا کہنا ہے کہ مقامی آبپاشی حکام گزشتہ کئی سالوں سے بند کے کمزور حصے کو مضبوط کرنے پر توجہ نہیں دے رہے تھے۔ (ڈان، 19 اگست، صفحہ 19)

- پانی کی قلت

سندھ کو گڈو بیراج سے اس وقت گزشتہ سال کے مقابلے 50 فیصد کم پانی مل رہا ہے جس سے خریف کی چاول و کپاس کی کاشت بری طرح متاثر ہورہی ہے۔ آبپاشی حکام کے مطابق گزشتہ سال مئی میں صورتحال کافی بہتر تھی جبکہ اس سال پانی کی کمی کا رجحان آنے والے دنوں میں بھی جاری رہنے کا امکان ہے۔ اس وقت سب سے زیادہ متاثر ہونے والا بیراج کوٹڑی بیراج ہے جس کی چار کنالوں میں پانی کی کمی 66 فیصد ہے اور صرف پینے کے پانی کی فراہمی کے لیے نہروں میں پانی چھوڑا جارہا ہے۔ پانی کی مسلسل کمی کی وجہ سے سندھ میں کپاس کی بوائی بری طرح متاثر ہوئی ہے اور اب تک 620,000 ہیکٹر رقبے پر کپاس کی

بوائی کے ہدف میں سے صرف 22 فیصد رقبے پر بوائی کی گئی ہے۔ (ڈان، 21 مئی، صفحہ 17)

سندھ آبادگار بورڈ (SAB) لاڑکانہ کے صدر اسحاق مغیری نے خبردار کیا ہے کہ رائس کنال میں پانی جاری کرنے میں تاخیر اور ضلع قمبر شہداد کوٹ کی نہروں میں پانی کی قلت کی وجہ سے چاول کی کاشت پر سخت منفی اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ سندھ اور بلوچستان کے مابین پانی کی تقسیم پر تنازعہ بھی کھڑا ہوسکتا ہے۔ اسحاق مغیری کا کہنا تھا کہ سکھر بیراج سے شمال مغربی کنال میں تھوڑا پانی جاری کیا گیا تھا جو رتو ڈیرو اور دیگر علاقوں تک نہیں پہنچا۔ (ڈان، 1 جون، صفحہ 19)

رواں سال جنوری تا مئی کے دوران ملک میں ناکافی بارشوں کی وجہ سے PMD (پی ایم ڈی) نے خشک سالی کا انتباہ (وارننگ) جاری کردیا ہے۔ محکمہ نے اس صورتحال کو سنگین قرار دیتے ہوئے دیگر تمام متعلقہ محکموں کو پانی کے انتظام کے حوالے سے حکمت عملی اپنانے کی سفارش کی ہے تاکہ بارشوں میں کمی کے زراعت پر پڑنے والے منفی اثرات کو زائل کیا جاسکے۔ خشک سالی کی نگرانی کرنے والے قومی مرکز نیشنل ڈراوٹ مانیٹرنگ سینٹر (NDMC) کے مطابق ملک کے بیشتر حصوں میں خشک سالی جیسی صورتحال ہے۔ تاہم زیریں خیبر پختونخوا، پنجاب کے بارانی علاقے، جنوبی پنجاب، جنوب مغربی بلوچستان اور جنوب مشرقی سندھ میں درمیانی اور انتہائی درجے کی خشک سالی کا سامنا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 7 جون، صفحہ 2)

صوبہ سندھ میں پانی کی مسلسل کمی پر ایوان زراعت سندھ (SCA) نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے نگراں حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ پانی کی کمی دور کرے اور اس کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنائے۔ ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے قبول محمد کاتھیان نے سندھ حکومت سے کیمیائی کھاد اور ڈیزل کی قیمتوں کو قابو کرنے، گنے کے کاشتکاروں کو ان کے بقایات کی ادائیگی اور چاول کی امدادی قیمت 1,500 روپے فی من مقرر کرنے کا بھی مطالبہ کیا۔ اجلاس میں مزید کہا گیا کہ سکھر اور کوٹڑی بیراج سے تمام نہروں میں پانی کی ترسیل جاری ہے اس کے باوجود کسان پانی کی قلت سے پریشان ہیں۔ مختلف کنالوں میں پانی کی مصنوعی

قلت پیدا کی گئی ہے جس کی وجہ سے کسانوں کو مشکلات کا سامنا ہے۔ (ڈان، 30 جولائی، صفحہ 17)

- پن بجلی ڈیم

سپریم کورٹ نے پانی کے مسئلے پر دائر کردہ درخواست کی سماعت کے دوران متعلقہ عہدیداروں کو دیامر بھاشا اور مہمند ڈیم کی تعمیر کے لیے موثر اقدامات کرنے کی ہدایت کی ہے۔ عدالت نے اس سلسلے میں جامع رپورٹ تین ہفتے کے اندر جمع کرانے کی ہدایت کی ہے۔ اس کے علاوہ عدالت نے منصوبوں پر کام کی نگرانی کے لیے ایک عمل درآمد کمیٹی بھی قائم کی ہے جس کے سربراہ چیئرمین واپڈا ہوں گے جبکہ وفاق اور خیبر پختونخوا حکومت کے عہدیدار اور ماہرین بھی اس کمیٹی کا حصہ ہوں گے۔ چیف جسٹس ثاقب نثار نے عوام سے ڈیم کی تعمیر کے لیے عطیات دینے کی درخواست کی ہے جس کے لیے بینکوں میں خصوصی کھاتہ کھولا جائے گا۔ (ڈان، 5 جولائی، صفحہ 16)

وزارت خزانہ نے دیامر بھاشا اور مہمند ڈیم کی تعمیر کے لیے خصوصی کھاتہ ''دیامر بھاشا اور مہمند ڈیم فنڈ 2018'' کے نام سے کھول دیا ہے۔ چیف جسٹس میاں ثاقب نثار نے ڈیموں کی تعمیر کے لیے اپنے ذاتی حیثیت میں 10 لاکھ روپے عطیہ بھی جمع کروایا ہے۔ (ڈان، 6 جولائی، صفحہ 5)

چیئرمین واپڈا مزمل حسین نے کہا ہے کہ اگلے سال کے وسط میں دیامر بھاشا ڈیم اور مہمند ڈیم کا تعمیراتی کام شروع ہوگا۔ انہوں نے مزید کہا ہے کہ پبلک پروکیورمنٹ ریگولیٹری اتھارٹی (PPRA) کے قوانین میں ترمیم کرنے کی ضرورت ہے جو بڑے ڈیموں کی تعمیر میں سست روی کا سبب ہیں۔ PPRA (پپرا) کی تمام قانونی شقوں پر بڑے ڈیموں کی تعمیر کے دوران عمل نہیں کیا جاسکتا۔ تیزی سے ڈیموں کی تعمیر کے لیے پپرا قوائد میں ترمیم کے لیے تجاویز زیر غور ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ دونوں ڈیموں کی تعمیر سے 9.3 ملین ایکڑ فٹ پانی ذخیرہ کیا جاسکے گا اور 5,300 میگاواٹ ماحول دوست توانائی حاصل ہوگی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 جولائی، صفحہ 12)

چیئرمین واپڈا مزمل حسین نے سپریم کورٹ کی جانب سے دیامر بھاشا ڈیم عمل درآمد کمیٹی کے اجلاس کے بعد ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان دیامر بھاشا اور منڈا ڈیم کی تعمیر کے لیے ایشین انفرا اسٹرکچر انویسٹمنٹ بینک (AIIB) اور سوئز بینک سے دو بلین ڈالر قرض لینے کی کوشش کررہا ہے اور اس مقصد کے لیے بجلی کے استعمال پر خصوصی محصول (اسپیشل سرچارج) بھی عائد کیا جاسکتا ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ ڈیڑھ سے دو بلین ڈالر کی سرمایہ کاری بیرونی ذرائع سے مطلوب ہے جس کے لیے حکام ان بینکوں سے رابطہ کررہے ہیں۔ (ڈان، 21 جولائی، صفحہ 10)

چیئرمین واپڈا مزمل حسین نے سپریم کورٹ کے چار رکنی بینچ کے سامنے دیامر بھاشا اور مہمند ڈیم کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ ڈیموں کی تعمیر کا آغاز اگلے سال ہوگا۔ سات ذیلی کمیٹیاں منصوبوں میں حائل رکاوٹوں کی نشاندہی اور ان کے حل کے طریقہ کار اور ذرائع کی نشاندہی کے لیے قائم کردی گئی ہیں تاکہ ان رکاوٹوں کو موثر طریقے سے دور کیا جاسکے۔ (ڈان، 8 اگست، صفحہ 16)

ملک کے آبی ذخائر میں پانی کی سطح میں اضافہ جاری ہے اور گزشتہ دو دنوں میں تقریباً ایک ملین ایکڑ فٹ پانی کا اضافہ ہوا ہے۔ مجموعی طور پر دونوں اہم ذخائر تربیلا اور منگلا ڈیم میں 4.9 ملین ایکڑ فٹ پانی کا ذخیرہ موجود ہے جو گزشتہ سال اسی عرصے کے دوران 11 ملین ایکڑ فٹ کے مقابلے میں اب بھی کہیں کم ہے۔ (ڈان، 27 جولائی، صفحہ 16)

تربیلا ڈیم پانی ذخیرہ کرنے کی اپنی انتہائی حد 1,550 فٹ تک بھر گیا ہے۔ ڈیم میں پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش 6.047 ملین ایکڑ فٹ ہے۔ تاہم منگلا ڈیم میں پانی کم ہونے کی وجہ سے ملک بھر میں پانی کا مجموعی ذخیرہ تاحال گزشتہ سال کے مقابلے 30 فیصد کم ہے۔ سرکاری حکام کے مطابق منگلا ڈیم میں پانی کی سطح ابھی بھی انتہائی بلند سطح 1,242 فٹ سے 71 فٹ کم ہے۔ (ڈان، 21 اگست، صفحہ 10)

دیامر بھاشا ڈیم:

چیئرمین سینیٹ صادق سنجرانی نے کہا ہے کہ چینی توانائی کمپنی نے دیامر بھاشا ڈیم کی تعمیر کے لیے مالی مدد سمیت مختلف پہلوؤں پر بات چیت کے لیے ایک تکنیکی ٹیم پاکستان بھیجنے میں اپنی دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ انہوں مزید کہا کہ چائنا پاور کمپنی کے حکام سے ملاقات میں درخواست کی گئی تھی کہ دیامر بھاشا ڈیم کی تعمیر کے لیے مالی مدد کی جائے جس پر چینی حکام نے یقین دہانی کروائی ہے کہ اس حوالے سے ایک تکنیکی ٹیم پاکستان بھیجی جائے گی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 اگست، صفحہ 3)

مہمند ڈیم:

واپڈا نے مہمند پن بجلی منصوبہ کے لیے زمین کے حصول کا عمل فوری طور پر شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ واپڈا نے فاٹا کے پولیٹکل ایجنٹ کو بھی منصوبہ کی انتظامی کمیٹی (پراجیکٹ مینجمنٹ یونٹ) قائم کرنے کی ہدایت کی ہے جو مہمند اور اس سے ملحقہ علاقوں میں زمین کے حصول پر کام کرے گی۔ مہمند ڈیم میں 1.293 ملین ایکڑ فٹ پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش ہوگی جو مہمند ایجنسی میں منڈا ہیڈ ورکس سے تقریباً پانچ کلومیٹر دور واقع دریائے آوات پر تعمیر کیا جائے گا۔ ڈیم کی تعمیر سے چارسدہ، نوشہرہ اور پشاور میں سیلاب پر قابو پانے میں مدد ملے گی جبکہ 17,000 ایکڑ زرعی زمین کو پانی فراہم کیا جاسکے گا۔ مہند ڈیم سے 800 میگا واٹ بجلی بھی پیدا کی جاسکے گی۔ منصوبہ کی ابتدائی تخمینی لاگت 938 ملین روپے ہے۔ (ڈان، 30 مئی، صفحہ 10)

کسان / مزدور

ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج بدین جاوید احمد بلوچ نے جبری مشقت کے شکار 32 کسانوں کو آزاد کردیا ہے۔ کسانوں کو ایک روز قبل گل محمد تنگڑی ولیج کے نزدیک تلہار ٹاؤن میں نجی جیل سے بازیاب کروایا گیا تھا۔ تلہار پولیس نے عدالت کے حکم پر کسانوں کو نجی جیل سے بازیاب کیا تھا۔ عدالت میں شیوا جی کولہی کی جانب سے دائر کردہ درخواست میں اس کے خاندان اور قریبی رشتہ داروں کو نجی جیل سے رہا کروانے کی

درخواست کی گئی تھی۔ درخواست گزار کا کہنا تھا کہ گزشتہ دو سالوں سے جاگیردار اس کے خاندان کو فصل سے حصہ نہیں دے رہا ہے اور جب وہ اپنا حق مانگتے ہیں انہیں تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ (ڈان، 11 جولائی، صفحہ 19)

نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن (NTUF) اور سندھ ایگری کلچرل جنرل ورکرز یونین (SAGWU) کی جانب سے مشترکہ طور پر مٹھی کے مہاؤ بھیل گاؤں میں منعقد کی گئی کسان کانفرنس میں شرکاء نے بے زمین کسان و کھیت مزدوروں کی غلاموں جیسی صورتحال پر سیاسی و مذہبی جماعتوں کی خاموشی کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ مقررین اور کانفرنس میں شرکت کرنے والے بے زمین کسانوں و کھیت مزدوروں کی بڑی تعداد نے سندھ انڈسٹریل ریلیشنز ایکٹ (SIRA) 2013 کے مطابق کسان مزدوروں کے حقوق دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ شرکاء نے آبادی کے تناسب سے اسمبلی میں کسانوں کو نمائندگی دینے، زمینی اصلاحات کے ذریعے جاگیرداری کے خاتمے اور تھرکول منصوبہ میں ملازمت کے لیے مقامی لوگوں کو ترجیح دینے کا مطالبہ بھی کیا ہے۔ مقررین کا مزید کہنا تھا کہ گزشتہ پانچ سالوں سے زراعت اور ماہی گیری شعبہ سے منسلک مزدوروں کو SIRA (سیرا) کے تحت قانونی طور پر مزدور کا درجہ حاصل نہیں ہے۔ یہ مزدور تنظیم سازی کے قانونی حق سے بھی محروم ہیں جنہیں کسی قسم کی پنشن، امداد اور فلاحی منصوبوں جیسی سہولیات میسر نہیں ہیں۔ (ڈان، 20 اگست، صفحہ 17)

II۔ زرعی مداخل

صنعتی طریقہ زراعت

حکومت سندھ نے وفاقی حکومت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صوبائی بجٹ 19-2018 میں زرعی شعبہ کے لیے بھاری امداد اور زرتلافی فراہم کی ہے۔ وزیر اعلی سندھ سید مراد علی شاہ نے بجٹ پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ صوبائی محکمہ زراعت مشینی زراعت کے فروغ میں مصروف عمل ہے۔ اس مقصد کے لیے صوبائی

حکومت کی جانب سے کاشتکاری کے کاموں جیسے زمین کی تیاری، کھیریاں بنانے، بوائی، کھاد و کیمیائی مواد ڈالنے کے آلات و مشینری کی خریداری پر زرتلافی دی جائے گی۔ بجٹ میں ٹریکٹرز، زرعی مداخل، شمسی توانائی سے چلنے والے ٹیوب ویل وغیرہ کی خریداری کے لیے کسانوں کو 9.65 بلین روپے کی زرتلافی دی جائے گی۔ اس کے علاوہ بھاپ سے عملکاری (ہاٹ واٹر ٹریٹمنٹ) اور مصنوعی ماحول (کنٹرولڈ انوائرنمنٹ) کے ذریعے پھل اور سبزیوں کو محفوظ اور ذخیرہ کرنے میں کسانوں کو مدد فراہم کرنے کے لیے زرتلافی کی مد میں 508.8 ملین روپے مختص کیے گئے ہیں۔ 2018-19 کے سالانہ ترقیاتی منصوبوں میں حکومت نے جاری زرعی منصوبوں کے لیے پانچ بلین روپے مختص کیے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ زرعی شعبہ میں غیر ملکی امداد سے چلنے والے منصوبوں کے لیے 5.94 بلین روپے مختص کیے ہیں۔ صوبائی حکومت نے پہلے سے بہتر بنائی گئی واٹر کورسوں کو پختہ کرنے کے لیے بھی 2.54 بلین روپے مختص کیے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 11 مئی، صفحہ 20)

ڈائریکٹر جنرل زراعت (تحقیق) پنجاب ڈاکٹر عابد محمود نے ایک جاری کردہ بیان میں کہا ہے کہ محکمہ زراعت پنجاب نے زرعی پیداوار پر موسمی تبدیلی کے اثرات کا درست اندازہ لگانے کے لیے ایوب ایگریکلچرل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (AARI)، فیصل آباد میں موسمی تبدیلی کا مرکز (کلائمٹ چینج سینٹر) قائم کیا ہے۔ انکا کہنا تھا کہ جدید زرعی تحقیق سے ہی زرعی شعبے میں انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت ملکی برآمدات میں زرعی شعبہ کا حصہ 60 سے 70 فیصد ہے۔ لہذا یہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ زرعی شعبہ کی ترقی کے لیے جدید بنیادوں پر کام کیا جائے۔ محکمہ زراعت کپاس کی ایسی اقسام پر تحقیق کررہا ہے جن میں زیادہ حرارت برداشت کرنے کی صلاحیت ہو، جو پانی کے کم سے کم استعمال سے زیادہ پیداوار دے سکیں۔
(بزنس ریکارڈر، 30 مئی، صفحہ 20)

ایک خبر کے مطابق لاہور میں حیاتیاتی علوم کے مرکز سینٹر آف ایکسیلینس ان مولیکیولر بائیولوجی (CEMB) میں جینیاتی فصلوں کے حوالے سے تحفظات و خطرات کا اندازہ لگانے کے لیے ''رسک اسسمنٹ آف

جینیٹکلی موڈیفائڈ کراپس' کے عنوان سے منعقد ہونے والی ایک ورکشاپ میں CEMB (سی ای ایم بی) کے ڈائریکٹر ڈاکٹر طیب حسنین نے کہا ہے کہ تعلیمی و تحقیقی اداروں اور صنعتوں کو مل کر زراعت میں جدت کے حوالے سے آگاہی پھیلانے کی ضرورت ہے تاکہ اس حوالے سے غلط تاثرات کو روکا جاسکے جو زرعی پیداوار میں اضافے کے لیے رکاوٹ ہیں۔ تجارتی طور پر جینیاتی فصلیں 1996 سے کاشت کی جارہی ہے۔ سال 2017 میں دنیا کے 24 ممالک میں لاکھوں کسانوں نے 469 ملین ایکڑ رقبے پر جینیاتی فصلیں کاشت کی تھیں جس سے غذائی فصلوں اور کپاس کی پیداوار میں ڈرامائی اضافہ ہوا۔ یہ ورکشاپ ماہرین نباتات کی ایک امریکی تنظیم دی امریکن سوسائٹی آف پلانٹ بائیو لوجسٹ (The American Society of Plant Biologists) نے منعقد کیا جو نباتاتی علوم میں جدت پر کام کرنے والی ایک بین الاقوامی تنظیم ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 1 اگست، صفحہ 20)

SCA (ایس سی اے) نے حیدرآباد میں اپنے ایک اجلاس میں وفاقی حکومت سے صوبہ سندھ کے کسانوں کے لیے دس بلین روپے کا امدادی پیکج دینے کی درخواست کی ہے۔ ایون نے تمام چھوٹے کسانوں پر واجب الادا 100,000 روپے اور اس سے کم قرضہ جات معاف کرنے کی درخواست کی ہے تاکہ کسان پیداواری قیمت میں کمی کے نتیجے میں ہونے والے نقصان سے نکل سکیں اور وہ کسان جن پر 100,000 روپے سے زائد کے قرضہ جات واجب الادا ہیں انہیں قرض کی ادائیگی کے لیے تین سال کا وقت دیا جائے۔ اجلاس میں مزید کہا گیا ہے کہ سندھ کے کسان وفاقی حکومت کی جانب سے کھاد پر دی جانے والی زرتلافی بند ہونے سے متاثر ہورہے ہیں۔ وفاقی حکومت اس زرتلافی کو بحال کرے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 27 اگست، صفحہ 5)

بیج

ایڈیشنل سیکریٹری محکمہ زراعت پنجاب ڈاکٹر غضنفر علی خان نے بیج کے شعبے کے تمام شراکت داروں کے ساتھ ایک اہم اجلاس کے دوران سیڈ ایسوسی ایشن آف پاکستان کو کہا ہے کہ وہ اپنی تفصیلی سفارشات محکمے

کو جمع کروائیں کہ آیا کس طرح بیج کی مقامی پیداوار کی حوصلہ افزائی کر کے اور ٹیکنالوجی کی منتقلی کو یقینی بنا کر درآمدی بیج پر انحصار کم کیا جاسکتا ہے۔ گارڈ ایگریکلچرل ریسرچ اینڈ سروسز کے سربراہ شہزاد علی ملک نے اجلاس میں تجویز دی ہے کہ محکمہ زراعت کو ان بیج کمپنیوں کے لیے مراعات کا اعلان کرنا چاہیے جو مختلف فصلوں کے بیجوں کی مقامی سطح پر پیداوار کررہی ہیں۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو بیج درآمد کرنے والی تمام کمپنیوں کو کہا جائے کہ وہ 20 سے 30 فیصد بیج ملک میں ہی کاشت کریں اور اس مقدار کو اگلے سات سے 10 سالوں میں بتدریج سو فیصد کردیا جائے جو کمپنیاں بیج کی پیداوار کا یہ ہدف پورا کرنے میں ناکام رہیں ان کے لیے بیج کی درآمد پر بھاری محصول عائد کیا جائے۔ (بزنس ریکارڈر، 13 جون، صفحہ 20)

- جینیاتی بیج

ایک مضمون کے مطابق حکام اور تاجر چاول کی پیداوار اور اس کی برآمد پر خوش ہیں لیکن یہ پیداوار خطرے کا شکار ہے۔ منڈی میں جینیاتی چاول کے بیج کی یلغار کی اطلاعات نے چاول کی برآمدی صنعت میں خدشات پیدا کردیے ہیں۔ قومی اقتصادی سروے 2017-18 کے مطابق ملک میں چاول کے زیرکاشت رقبے میں گزشتہ سال کے مقابلے 6.4 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ رواں مالی سال میں جولائی تا مارچ کے دوران چاول کی برآمد میں 29 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اس کامیابی کا ایک پس منظر یہ ہے کہ وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق نے 2015 میں پیداوار اور برآمد میں اضافے کے لیے چینی حکومت اور کمپنیوں کو چاول کی پیداوار میں شامل کیا اور چاول کے معیاری ہائبرڈ بیج کی درآمد کا آغاز کیا۔ دو سالوں تک دونوں ممالک کے درمیان کئی وفود کا تبادلہ ہوا جس کے نتیجے میں بہتر معیار کے ہائبرڈ چاول کی پیداوار میں اضافہ ہوا اور چاول کی اوسط فی ایکڑ پیداوار جو 2010-11 میں 825 کلوگرام فی ایکڑ تھی اس سال بڑھ کر 1,000 کلوگرام فی ایکڑ ہوگئی۔ چین سے ہائبرڈ چاول کی درآمد 7,000 ٹن سے بڑھ کر 10,000 ہزار ٹن تک پہنچ گئی۔ اس سال کے آغاز میں بندرگاہ پر چاول کے بیج کی جانچ کے دوران کچھ درآمدی کھیپوں میں جینیاتی چاول کے بیج پائے گئے جنہیں ضبط کرلیا گیا۔ محکمہ تحفظ نباتات (پلانٹ پروٹیکشن ڈپارٹمنٹ) نے درآمد شدہ ہائبرڈ بیج کی مزید جانچ کے لیے 1,800 ٹن بیج لیبارٹری بھیج دیا لیکن

یہ مسئلہ اس وقت مزید پیچیدہ ہوگیا جب کراچی کی ایک لیبارٹری نے اس میں جینیاتی مواد کی تصدیق کی جبکہ فیصل آباد کی ایک لیبارٹری نے اس کی نفی کی۔ تاجروں کے مطابق بیج کے کاروبار میں بڑے پیمانے پر اضافے سے کچھ تجارتی کمپنیاں جن کے پاس نہ تو تحقیق کی سہولیات ہیں اور نہ ہی جانچ کی وہ بھی اس کاروبار میں شامل ہوگئی ہیں۔ (احمد فراز خان، ڈان، 25 جون، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

کھاد

کھاد بنانے والی صنعتوں نے گیس کی ترسیل میں کمی کی وجہ سے یوریا کھاد کے کارخانوں کی بندش پر تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ فرٹیلائزر مینوفیکچررز آف پاکستان ایڈوائزری کونسل کے مطابق حکومت کی نامناسب پالیسیوں کی وجہ سے کھاد کی صنعت خطرے میں ہے۔ کھاد کے کارخانوں نے وزیراعظم پر زور دیا ہے کہ کارخانوں کو بند ہونے سے بچایا جائے کیونکہ مناسب قیمت پر گیس کی عدم دستیابی کی وجہ سے یہ کارخانے اپنی ممکنہ پیداواری صلاحیت 100,000 ٹن کے مطابق پیداوار نہیں کرسکتے۔ مقامی گیس کی کمی اور مہنگی درآمدی مائع قدرتی گیس نے صنعت کے لیے گھمبیر مسائل کھڑے کردیے ہیں۔ (دی نیوز، 13 مئی، صفحہ 15)

وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کے ذرائع کا کہنا ہے کہ کمپنیوں کی جانب سے کھاد کی قیمت میں 200 روپے فی بوری مزید اضافے کا امکان ہے۔ وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ و تحقیق سکندر حیات خان بوسن نے کھاد کی صنعت کے نمائندوں کے ساتھ ایک اجلاس بھی منعقد کیا جس میں کھاد کی قیمت میں اضافہ کی وجوہات طلب کی گئی ہیں۔ وفاقی وزیر نے قیمت میں اضافے پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے حکومت کی جانب سے کھاد کی صنعت کو آئندہ بجٹ میں محصولات میں دی جانے والی چھوٹ کا ذکر بھی کیا۔ اس سے پہلے کمپنیاں کھاد کی قیمت میں 100 روپے فی بوری اضافہ کرچکی ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 14 مئی، صفحہ 5)

کھاد کی قیمتوں میں اضافہ اور پانی کی کمی کے خدشے کے پیش نظر کیمیائی کھاد کی طلب میں کمی کا امکان ہے۔ مئی کے مہینے میں کھاد کے کارخانوں نے یوریا کی قیمت میں 100 روپے فی بوری مزید اضافہ کیا تھا۔ حالیہ بجٹ میں یوریا پر زرتلافی کے خاتمے کے بعد جولائی تک اس کی قیمت میں مزید 100 روپے فی بوری اضافہ متوقع ہے۔ بڑی کھاد کمپنیوں کی پیداوار میں اضافے کے بعد فروری کے مہینے تک کھاد بنانے والے کارخانوں نے 635,000 ٹن یوریا برآمد کیا تھا جس کے نتیجے میں جنوری تا مارچ کھاد کی صنعت کے منافع میں 44 فیصد اضافہ ہوا تھا۔ (ڈان، 1 جون، صفحہ 10)

ایک خبر کے مطابق گزشتہ چھ ہفتوں میں یوریا کی قیمت 15 فیصد اضافے کے بعد 1,600 روپے فی بوری ہوگئی ہے۔ منڈی کے ذرائع کا کہنا ہے کہ فصلوں کے لیے لازمی جز یوریا کی قیمت میں اضافے کا سلسلہ جاری ہے کیونکہ مقامی سطح پر یوریا کے کارخانے گیس کی عدم فراہمی سے متاثر ہوئے ہیں۔ اس وقت تین یوریا کے کارخانے گیس کی عدم فراہمی کی وجہ سے گزشتہ سات ماہ سے بند ہیں۔ ملک میں یوریا کی مجموعی پیداواری صلاحیت 6.5 ملین ٹن سالانہ ہے۔ تاہم تین کارخانوں کی بندش کی وجہ سے یہ پیداوار کم ہوکر 5.5 ملین ٹن سالانہ ہوگئی ہے جبکہ یوریا کی سالانہ طلب 5.5 سے چھ ملین ٹن سالانہ ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 19 جون، صفحہ 16)

زرعی ماہرین کا کہنا ہے کہ کیمیائی کھاد کی قیمتوں میں حالیہ اضافے سے کسانوں کو سالانہ 30 بلین روپے کا اضافی مالی بوجھ برداشت کرنا پڑیگا جس سے کاشتکاروں کی آمدنی میں کمی ہوگی۔ گزشتہ سال 2017 میں یوریا کی قیمت 1,300 روپے فی بوری تھی جو اس سال اضافے کے بعد 1,600 روپے فی بوری ہوگئی ہے۔ فارمرز ایسوسی ایٹ پاکستان کے فاروق باجوہ کا کہنا ہے کہ کسان ضلع بہاولپور میں یوریا کی قیمت 1,650 روپے فی بوری ادا کررہے ہیں جبکہ ڈائی امونیم فاسفیٹ (DAP) کھاد 3,300 روپے فی بوری فروخت ہورہی ہے جو کسانوں کے لیے بہت زیادہ ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، جون 21، صفحہ 20)

کھاد بنانے والی کمپنیوں نے یوریا پر دی جانے والی زرتلافی کے خاتمے اور اس کی طلب میں اضافے کی وجہ سے جولائی کے مہینے میں ہی دوسری بار قیمتوں میں اضافہ کردیا ہے۔ جولائی کے آغاز میں حکومت نے یوریا پر دی جانے والی 100 روپے فی بوری نقد زرتلافی ختم کرکے یوریا کی فروخت پر محصول (جی ایس ٹی) پانچ فیصد سے کم کرکے دو فیصد کردیا تھا۔ محصول کم ہونے سے یوریا کی قیمت میں تقریباً 40 روپے کمی ہوئی اور کھاد بنانے والوں میں بقیہ 60 روپے کا فرق کسانوں کو منتقل کردیا۔ اس اضافے کے بعد مقامی منڈی میں یوریا کی فی بوری قیمت 1,650 سے 1,670 روپے ہوگئی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 18 جولائی، صفحہ 20)

صنعتی ذرائع کا کہنا ہے کہ ہر گزرتے دن کے ساتھ طلب و رسد میں فرق کی وجہ سے یوریا کی قیمت مسلسل بڑھ رہی ہے۔ ملک کے مختلف علاقوں میں یوریا کی 50 کلو کی بوری کی قیمت 1,800 روپے تک پہنچ گئی ہے۔ خبر کے مطابق سندھ اور پنجاب میں یوریا کی بوری 1,700 روپے جبکہ خیبر پختونخوا میں 1,800 روپے تک میں فروخت ہورہی ہے۔ کسانوں کو تھوک فروشوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے جو مبینہ طور پر یوریا بنانے والے کارخانوں کی مدد سے ذخیرہ اندوزی میں ملوث ہیں۔ یوریا کے کچھ کارخانوں کی بندش کے نتیجے میں یوریا کی ترسیل سست ہونے کی وجہ سے تھوک فروش منڈی میں اس کی قیمت میں اضافہ کررہے ہیں۔ گزشتہ نو ماہ میں یوریا کی قیمت میں 450 سے 550 روپے فی بوری اضافہ ہوا ہے۔
(دی ایکسپریس ٹریبیون، 3 اگست، صفحہ 13)

زرعی مشینری

- ٹریکٹر

نومبر 2017 سے (حکومت کی جانب سے) سیلز ٹیکس کی قابل واپسی تین بلین روپے سے زیادہ رقم کے اجراء میں تعطل کی وجہ سے ٹریکٹر کی صنعت کو سخت مالی بحران کا سامنا ہے۔ اس سلسلے میں وزیراعظم کے معاون خصوصی کو لکھے گئے ایک خط میں پاکستان آٹو موٹیو مینوفیکچررز ایسوسی ایشن (PAMA) نے حکومت

سے ٹریکٹر کی صنعت کو واجب الادا رقم جاری کرنے کی درخواست کی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 3 مئی، صفحہ 21)

زرعی قرضے

اسٹیٹ بینک نے مالی سال 2019 کے لیے زرعی قرضوں کی فراہمی کا ہدف 25 فیصد بڑھا کر 1.25 ٹریلین روپے کردیا ہے۔ گورنر اسٹیٹ بینک کی سربراہی میں زرعی قرض کی فراہمی کے حوالے سے بینکوں کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لیے ایگریکلچرل کریڈٹ ایڈوائزری کمیٹی (ACAC) کا اجلاس منعقد کیا گیا۔ اجلاس میں زرعی قرضوں کی فراہمی کے نتائج تسلی بخش قرار دیے گئے ہیں۔ اجلاس میں بتایا گیا کہ بینکوں نے سال 2018 کے لیے مقرر کردہ 97 فیصد ہدف مکمل کرلیا ہے۔ پہلی بار اسلامک بینک اور تجارتی بینکوں کی اسلامک شاخوں کو 100 بلین روپے زرعی قرض فراہم کرنے کا ہدف دیا گیا ہے۔ (ڈان، 12 اگست، صفحہ 12)

III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقدآور فصلیں و اشیاء

ایک مضمون کے مطابق ملک میں جاری پانی کی شدید کمی نے کپاس، چاول اور مکئی جیسی خریف کی اہم فصلوں پر گہرے منفی اثرات مرتب کیے ہیں جس سے 2018-19 کا زرعی بڑھوتری کا 3.8 فیصد کے ہدف کا حصول ناممکن ہو جائے گا۔ وزارت قومی غذائی تحفظ وتحقیق کا کہنا ہے کہ خریف کے موسم میں 47 فیصد پانی کی کمی کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ رواں موسم میں گندم کی کٹائی میں تاخیر اور پانی کی شدید کمی کی وجہ سے گزشتہ سال کے مقابلے میں کپاس کی بوائی 40 فیصد کم ہے۔ اگر پانی کی فراہمی میں بہتری نہیں ہوئی تو جولائی میں شروع ہونے والی خریف کی اہم فصل چاول کی پیداوار بھی متاثر ہوگی جس کے نتیجے میں 7.2 ملین ٹن چاول کے پیداواری ہدف کا حصول مشکل ہو جائیگا۔ اسی طرح سال 2018-19 میں 5.3 ملین ٹن مکئی کی پیداوار کا ہدف مقرر کیا گیا ہے جو پانی کی کمی کی وجہ سے متاثر ہوسکتا ہے۔ محکمہ موسمیات کے اندازے کے مطابق موسم سرما میں ہونے والی برف باری اوسط برفباری سے 20 سے 25 فیصد کم تھی اور

اپریل تا جون کے درمیان بارشیں بھی معمول سے کم رہنے کی پیشنگوئی کی گئی ہے۔ حکومت نے 18-2017 میں زرعی شعبہ میں 3.8 فیصد بڑھوتری کو گزشتہ 13 سال کی بلند ترین شرح قرار دیا ہے۔ تاہم حکومتی اہلکاروں کے ساتھ ساتھ ماہرین اقتصادیات نے بھی دستیاب اعداد و شمار کے مطابق اس دعویٰ پر تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ (طاہر امین، بزنس ریکارڈر، 19 مئی، صفحہ 19)

وزارت قومی غذائی تحفظ و تحقیق کے مطابق مون سون بارشیں گنا، چاول اور کپاس سمیت خریف کی دیگر فصلوں پر مثبت اثرات مرتب کریں گی۔ اس کے علاوہ ان بارشوں سے آبی ذخائر کی سطح میں بھی اضافہ ہوگا۔ مون سون کی جاری بارشیں چاول کی فصل کے لیے بھی بہتر ہیں لیکن اگر یہ بارشیں مسلسل جاری رہیں تو چاول کی فصل پر اس کے منفی اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔ مسلسل بارشوں سے کپاس کی فصل بھی متاثر ہوسکتی ہے کیونکہ بارشیں کپاس کی فصل میں کئی طرح کی بیماریوں کی وجہ بنتی ہیں۔ ملک میں کپاس کی بیجائی تقریباً مکمل ہوچکی ہے اور چاول کی اس وقت جاری ہے۔ وفاقی زرعی کمیٹی (FCA) نے خریف کے موسم 19-2018 کے لیے گنے کی پیداوار کا 68.17 ملین ٹن، چاول کی پیداوار کا سات ملین ٹن جبکہ کپاس کی 14.37 ملین گانٹھوں کی پیداوار کا ہدف مقرر کیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 29 جولائی، صفحہ 18)

ترجمان محکمہ زراعت پنجاب کے مطابق کسانوں اور ان کی زرعی پیداوار کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے نجی سرکاری شراکت داری کے تحت ''زرعی گودام۔ رسید منصوبہ'' (ایگری کلچرل ویئر ہاوس رسیٹ پروگرام) شروع کردیا گیا ہے۔ اس منصوبے کے تحت کسان اپنی زرعی پیداوار کو گوداموں میں محفوظ کرسکیں گے۔ جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے یہ گودام اشیاء کو طویل عرصے تک محفوظ رکھنے کے قابل ہوں گے۔ منصوبے کے تحت کسان مقرر کردہ بینک میں کھاتہ کھلوائیں گے، اس کے بعد مقررہ گودام کی انتظامیہ سے رابطہ کریں گے اور مطلوبہ معیار کی پیداوار گودام میں منتقل کریں گے۔ پیداوار کا وزن اور گودام میں ماحول کا معیار یقینی بنانے کے بعد کسانوں کو گودام انتظامیہ رسید جاری کرے گی۔ کسان کو گودام کی اس رسید کے بدلے ضروری کارروائی کے بعد مقرر کردہ بینک سے اپنی پیداوار کی منڈی میں قیمت کی بنیاد پر 70 فیصد تک قرض فراہم

کیا جائے گا۔ کسان کسی بھی وقت اپنی پیداوار کسی فرد یا ادارے کو فروخت کرسکے گا جس کی قیمت اسی بینک کے ذریعے کسان کو وصول ہوگی۔ اس منصوبے کے تحت مسلم کمرشل بینک کسانوں کو قرض کی سہولت فراہم کرے گا۔ منصوبے کے دیگر سہولت کاروں میں ڈائریکٹریٹ آف ایگری کلچرل انفارمیشن پنجاب اور پنجاب اینڈ اسلام آباد فیلڈ ملز بھی شامل ہیں جو ان گوداموں سے پیداوار خریدیں گے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 14 جون، صفحہ 20)

محکمہ زراعت پنجاب نے خریداری کا جدید کمپیوٹرائزڈ نظام ''ای پرو کیورمنٹ سسٹم'' کا آغاز کردیا ہے۔ حکام کے مطابق یہ نظام پنجاب پرو کیورمنٹ ریگولیٹری اتھارٹی (PPRA) کے قوانین پر مکمل طور پر عمل درآمد کو یقینی بنائے گا اور جانچ کے عمل کو مزید موثر بنائے گا۔ محکمہ کے افسر شیخ افضل رضا کا کہنا ہے کہ PPRA (پی پی آر اے) کے قوانین پر عمل درآمد نہ ہونے کی وجہ ان قوانین کی سمجھ بوجھ نہ ہونا اور عمل درآمد کے لیے صلاحیتوں کی کمی ہے۔ شیخ افضل نے دعوی کیا کہ استعمال میں آسان جدید اطلاعاتی ٹیکنالوجی سے خریداری کے عمل میں دستاویزی طریقہ کار میں صرف ہونے والے 60 گھنٹے کا وقت کم ہوکر 30 منٹ رہ جائے گا۔ سیکریٹری زراعت پنجاب واصف خورشید نے امید کا ظہار کیا ہے کہ اس نظام سے سرکاری خریداری میں مالی منصوبہ بندی، شفافیت اور کارکردگی بہتر ہوگی۔ (ڈان، 4 جولائی، صفحہ 2)

عالمی بینک کی 8.87 بلین روپے کی مالی مدد سے جاری سندھ ایگری کلچرل گروتھ پروجیکٹ (SAGP) کے اہداف کے حصول میں ناکامی کا سامنا ہے۔ اہداف کے حصول میں ناکامی کی وجہ سے متعلقہ محکمے منصوبہ کی ابتدائی تخمینہ لاگت (پی سی۔ون) میں ترمیم اور اس منصوبے کے دورانیے کو بڑھانے پر غور کررہے ہیں۔ ذرائع کے مطابق محکمہ زراعت اور محکمہ مال مویشی میں انتظامی مسائل مقررہ اہداف کے حصول میں ناکامی کی اہم وجہ ہیں۔ دونوں محکموں کو منصوبہ پر مالی سال 2018-19 تک عمل درآمد کا ہدف دیا گیا تھا لیکن اہداف پورے نہ ہونے کی وجہ سے اب منصوبے کی مدت میں اضافے کا امکان ہے۔ اس منصوبہ کا مقصد صوبہ سندھ میں زرعی پیداوار اور ڈیری مصنوعات کی پیداوار میں اضافہ کرنا تھا۔ منصوبے کے اہداف میں

سرخ مرچ، پیاز، کھجور اور چاول کی پیداوار میں 20 فیصد جبکہ دودھ کی پیداوار میں چار فیصد اضافہ شامل ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 اگست، صفحہ 4)

غذائی فصلیں

ایک خبر کے مطابق پاکستان سال 2017-18 میں اپنی اہم فصلوں گندم، کپاس، مکئی اور دالوں کا پیداواری ہدف حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ زرعی شعبے میں بڑھوتری کے حکومتی دعوی 3.8 فیصد کے برعکس بڑھوتری کی شرح 3.1 فیصد ہے۔ سابق وزیرخزانہ ڈاکٹر حفیظ پاشا نے اخبار سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ زرعی پیداوار کے لیے کھاد ایک اہم جز ہے جس کی کھپت میں سال کے ابتدائی نو ماہ میں چار فیصد کمی ہوئی ہے۔ ملک میں پانی کی کمی ہے اور یہ صورتحال ہر گزرتے دن کے ساتھ خراب ہورہی ہے۔ اخبار کو دستیاب معلومات کے مطابق گندم کی پیداوار ہدف کے مقابلے چار فیصد، کپاس کی سات فیصد، مکئی کی 4.74 فیصد اور دالوں کی 34.7 فیصد کم ہوئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 7 مئی، صفحہ 7)

- گندم

ڈپٹی کمشنر لاہور سمیر احمد سید نے کہا ہے کہ لاہور میں قائم گندم کی خریداری کے چاروں مراکز باردانہ فراہم کررہے ہیں اور کسانوں سے گندم خرید رہے ہیں۔ اب تک 214,490 باردانہ تقسیم کیا جاچکا ہے۔ اس کے علاوہ گندم کی 212,801 بوریاں کسانوں سے خرید لی گئی ہیں جس کے بعد گندم کی 87 فیصد حصولی مکمل ہوچکی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 5 جون، صفحہ 12)

بلوچستان کی احتساب عدالت نے محکمہ خوراک بلوچستان کے چار افسران کو گندم خردبرد کرنے کے الزام میں دس دن کے جسمانی ریمانڈ پر نیب کے حوالے کردیا ہے۔ نیب بلوچستان نے محکمہ خوراک کے ان اہلکاروں کو اختیارات کے ناجائز استعمال اور لاکھوں روپے مالیت کی گندم خردبرد کرنے کے الزام میں گرفتار کیا تھا جس کی وجہ سے قومی خزانے کو نقصان پہنچا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 11 اگست، صفحہ 7)

پھل سبزی

وانا، جنوبی وزیرستان میں 880 ملین روپے لاگت کے زرعی پارک میں چلغوزہ، پھل اور سبزیوں کو محفوظ کرنے اور ان کی عمل کاری (پروسیسنگ) کا آغاز جلد متوقع ہے۔ آرمی چیف جنرل قمر جاوید باجوہ نے گزشتہ ماہ اس پارک کا افتتاح کیا تھا۔ مقامی فوجی حکام کے مطابق زرعی پارک پولیٹکل انتظامیہ کے حوالے کرنے کے لیے اقدامات کرلیے گئے ہیں۔ منصوبے کے ڈائریکٹر میجر محمد عمران خان نیازی کا کہنا ہے کہ پہاڑی سلسلے سلیمان رینج میں دنیا کا سب سے بڑا چلغوزے کا جنگل ہے جو 260 مربع کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ وزیرستان میں 4,460 ٹن چلغوزہ پیدا ہوتا ہے اور صرف جنوبی وزیرستان میں ہی پاکستان کا 90 فیصد چلغوزہ پیدا ہوتا ہے۔ زرعی پارک میں مقامی تاجروں کے لیے 128 دکانیں اور 10,000 ٹن ذخیرے کی صلاحیت رکھنے والا سردخانہ بھی موجود ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس خطے میں 749 ٹن بادام، 990 ٹن انار، 788 ٹن خوبانی، 842 ٹن تربوز، 1,260 ٹن آڑو، 46,203 ٹن سیب اور 4,460 ٹن چلغوزے کی پیداوار ہوتی ہے۔ (ڈان، 6 مئی، صفحہ 7)

- آم

میرپور خاص اور سندھ کے دیگر علاقوں میں گزشتہ چار ماہ سے پانی کی عدم دستیابی کی وجہ سے دیگر فصلوں کی طرح آم کی پیداوار بھی بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ کاشتکار خصوصاً نہر کے آخری سرے کے کسان کئی ماہ سے نارا کنال سے پانی کی فراہمی میں کمی یا مکمل طور پر معطلی کے خلاف سراپا احتجاج ہیں۔ چھوٹے کسان مزدور اور سرکاری فارمز پر کام کرنے والے کسانوں نے رواں موسم میں آم کی اہم اقسام کی پیداوار میں کمی کا خدشہ ظاہر کیا ہے۔ (ڈان، 9 مئی، صفحہ 19)

ایک مضمون کے مطابق پانی کی کمی کی وجہ سے اس بار سندھ میں آم کی پیداوار متاثر ہوگی۔ کاشتکاروں کے مطابق آم منڈی میں پہنچنا شروع ہوگیا ہے لیکن اس سال انھیں بہتر فصل کی امید نہیں ہے۔ یکم اپریل سے ہی سکھر بیراج میں پانی معمول سے 75 فیصد کم ہے۔ صوبے میں آم کے کل باغات میں سے 80 فیصد

باغات سکھر بیراج سے نکلنے والی نارا اور روہڑی کنال سے سیراب ہوتے ہیں جو زرعی شعبے کے لیے زندگی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ڈائریکٹر سندھ ہورٹی کلچر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ محمد خان بلوچ کا کہنا ہے کہ آم کی پیداوار میں 25 سے 30 فیصد تک کمی کا خدشہ ہے۔ سندھ میں 61,943 ہیکٹر رقبے پر آم کے باغات موجود ہیں جن سے گزشتہ سال 399,686 ٹن آم کی پیداوار ہوئی تھی۔ (محمد حسین خان، ڈان، 14 مئی، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

- لہسن

پاکستانی سائنسدانوں نے اضافی پیداوار کی حامل لہسن کی ایک قسم تیار کی ہے جو تمام صوبوں میں کاشت کے لیے موزوں ہے۔ لہسن کی پیداوار و طلب کے فرق کو مد نظر رکھتے ہوئے نیشنل ایگریکلچرل ریسرچ سینٹر (NARC) میں سبزیوں پر جاری تحقیقی پروگرام کے تحت لہسن کی اقسام کی تیاری کا منصوبہ شروع کیا گیا تھا۔ لہسن کی نئی قسم نارک۔ جی ون (NARC-G1) کی فی ہیکٹر پیداوار 26 ٹن ہے جو ملک میں کاشت ہونے والی لہسن کی تمام اقسام کی پیداوار سے کہیں زیادہ ہے۔ لہسن کی یہ نئی قسم گھریلو استعمال، غذائی اشیاء اور ادویات سازی کی صنعت میں استعمال کے لیے موزوں ہے۔ پاکستان اس وقت طلب کے مقابلے کم پیداوار کی وجہ سے بھاری زرمبادلہ لہسن کی درآمد پر خرچ کرتا ہے۔ تازہ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ اس وقت 66 ملین روپے مالیت کا 34,375 ٹن لہسن چین، بھارت اور چلی سے درآمد کیا جارہا ہے۔ ملک میں لہسن کی پیداوار 70,925 ٹن ہے اور فی ہیکٹر اوسط پیداوار 8.99 ٹن ہے۔ سب سے زیادہ لہسن کی پیداوار کے پی کے میں ہوتی ہے جہاں پیداوار 32,205 ٹن ہے جبکہ پنجاب میں 24,143 ٹن، بلوچستان 7,880 ٹن اور صوبہ سندھ میں 6,557 ٹن لہسن پیدا ہوتا ہے۔ (ڈان، 12 جولائی، صفحہ 11)

- ٹماٹر

ایک مضمون کے مطابق پاکستان ان چند خوش قسمت ممالک میں شامل ہے جہاں (فصلوں کی) تباہ کن بیماریاں اور کیڑے مکوڑے محدود پیمانے پر پائے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود اس وقت ملک پر ٹوٹا ایبسو لوٹا

(Tuta absolutа) نامی مکھی کا خطرہ منڈلا رہا ہے۔ اس مکھی کو جنوبی امریکہ کی ''ٹماٹو لیف مائنر'' (tomato leaf minor) کے نام سے جانا جاتا ہے، گو کہ یہ جنوبی امریکہ سے تعلق رکھتی ہے لیکن 2006 میں چلی سے اسپین پہنچی اور پورے یورپ، میڈیٹرین، وسطی اور جنوبی افریقہ تک پھیل گئی۔ 2014 میں یہ مکھی بھارت پہنچی اور 2016 میں نیپال میں بھی پائی گئی۔ تمام تر حفاظتی اقدامات کے باوجود یہ مکھی بنگلہ دیش، ایران، ترکی اور مشرق وسطی میں بھی داخل ہوگئی ہے۔ ہم باآسانی کہہ سکتے ہیں کہ یہ مکھی ہمارے دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ اگر یہ پاکستان میں داخل ہوگئی تو ہمارے ٹماٹر کے کاشتکاروں کے لیے تباہ کن ہوگی جو ٹماٹر اور اس کے پتوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔ ضروری ہے کہ محکمہ تحفظ نباتات اور دیگر متعلقہ ادارے ایران اور بھارت سے درآمد شدہ ٹماٹر پر کڑی نگاہ رکھیں۔ اگر ٹماٹر کی درآمدی کھیپ میں مکھی کی تصدیق ہوتو اسے ضبط اور ضائع کردینا چاہیے۔ (محمود ضیاء الدین، ڈان، 16 جولائی، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

نقد آور فصلیں

- کپاس

پاکستان کاٹن جنرز ایسوسی ایشن (PCGA) کے مطابق ملک میں یکم مئی کو ختم ہونے والے کپاس کے موسم (2017-18) میں 11.58 ملین گانٹھیں کپاس کی پیداوار ہوئی ہے۔ گزشتہ سال 2016-17 میں 15 اپریل تک 10.72 ملین گانٹھیں کپاس کی پیداوار ہوئی تھی۔ کپاس کی پیداوار کے حتمی اعداد و شمار کے مطابق پنجاب میں 7.32 ملین جبکہ سندھ میں 4.25 ملین گانٹھوں کی پیداوار ہوئی۔ PCGA (پی سی جی اے) کے پاس اس وقت کپاس کی غیر فروخت شدہ 279,894 گانٹھیں موجود ہے۔ (ڈان، 4 مئی، صفحہ 11)

سیکریٹری محکمہ زراعت پنجاب محمد محمود نے دعوی کیا ہے کہ کپاس کی پیداوار کے حوالے سے کی گئی منصوبہ بندی ''کاٹن مشن 2025'' پنجاب میں کپاس کی 20 ملین گانٹھوں کی پیداوار یقینی بنائے گا۔ کاٹن مشن کی حکمت عملی کے ذریعے کپاس کی صنعت کی بڑھوتری کے لیے مواقع دستیاب ہوں گے اور کاشتکاروں کے لیے زیادہ سے زیادہ آمدنی کا حصول یقینی بنایا جائے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ حکومت کپاس کے منظورشدہ

بیجوں پر 50 فیصد زرتلافی فراہم کررہی ہے۔ اس کے علاوہ کاشتکاروں کے لیے زرعی مشینری کی فراہمی کے لیے بھی 14 ملین روپے خرچ کیے جارہے ہیں۔ حکومت کپاس کی زیادہ پیداوار دینے والے بیجوں پر تحقیق کے لیے 350.88 ملین روپے خرچ کررہی ہے۔ کاٹن کمیشن آل پاکستان ٹیکسٹائل مل ایسوسی ایشن (APTMA)، پی سی جی اے، کسانوں اور دوسرے شراکت داروں کے نمائندوں پر مشتمل ہوگی۔ (بزنس ریکارڈر، 23 مئی، صفحہ 17)

ایک خبر کے مطابق کپاس کی منڈی میں پھٹی کی قیمت چھ سالوں کی بلند ترین سطح پر پہنچ گئی ہے۔ کپاس کے تجزیہ کار نسیم عثمان کا کہنا ہے کہ پھٹی کی قیمت 2,000 روپے فی من سے بڑھ کر 4,000 روپے فی من تک پہنچ گئی ہے۔ منڈی کے ذرائع کا کہنا ہے کہ ملوں کی کپاس کی خریداری کے رجحان میں اضافے کی وجہ سے تجارتی سرگرمیوں میں بہتری آئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 30 مئی، صفحہ 12)

ایک مضمون کے مطابق خریف کے رواں موسم کے دوران پانی کی شدید کمی کی وجہ سے سندھ میں کپاس کی کاشت بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ محکمہ زراعت سندھ کے اعداد و شمار کے مطابق مئی کے اختتام تک 620,000 ہیکٹر ہدف کے مقابلے 269,000 ہیکٹرز (40 فیصد) رقبے پر کپاس کاشت کی گئی ہے۔ کاشتکاروں اور متعلقہ حکام کا کہنا ہے کہ موجودہ صورتحال جاری رہنے کی صورت میں کپاس کی کاشت کا 50 فیصد ہدف ہی پورا کیا جاسکے گا۔ (محمد حسین خان، ڈان، 4 جون، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

پانی کی کمی اور موسمی تبدیلی کی وجہ سے ملک خصوصاً سندھ میں کپاس کی بوائی کا ہدف مکمل نہیں کیا جاسکا ہے۔ موجودہ صورتحال کپاس کی پیداوار مقررہ ہدف (14 ملین گانٹھ) سے کم ہونے کی وجہ بن سکتی ہے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق یکم جون تک 2.31 ملین ہیکٹر رقبے پر کپاس کاشت کی گئی ہے جو مقررہ ہدف 2.95 ملین ہیکٹر کے مقابلے 22 فیصد کم ہے۔ پی سی جی اے کے سابق چیئرمین مختار احمد خان کا کہنا ہے کہ مارچ اور اپریل میں بارشیں نہیں ہوئیں جو عموماً ہر سال ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نہروں میں پانی

کا بہاؤ نہیں ہے جس کی وجہ سے کسان کپاس کاشت نہیں کرسکے۔ اعداد و شمار کے مطابق سندھ میں اب تک کسانوں نے 0.62 ملین ہیکٹر رقبے پر کپاس کی کاشت کے ہدف کے مقابلے صرف 0.29 ملین رقبے (50 فیصد) پر بیجائی کی ہے۔ خبر کے مطابق سندھ میں جون کے اختتام تک بیجائی کا 80 سے 85 فیصد ہدف مکمل کرلیا جائیگا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 7 جون، صفحہ 13)

عالمی منڈی میں کپاس کی قیمت میں اضافے کے رجحان اور مقامی منڈی میں کپاس کی نئی فصل کی سست رفتار رسد کی وجہ سے کپاس اور پھٹی کی قیمت میں اضافہ ہوگیا ہے۔ تاجروں کا کہنا ہے کہ کپاس اور پھٹی کی قیمت میں اضافہ کی اہم وجوہات میں عالمی منڈی میں قیمت میں اضافہ، گرم موسم سے فصل کو ہونے والا نقصان، بجلی کی بندش، فصل کے لیے پانی کی عدم دستیابی، بھارتی تاجروں کی جانب سے کپاس کے درآمدی معاہدوں کی منسوخی اور پیداوار کے حوالے سے پائی جانے والی غیر یقینی صورتحال شامل ہے۔ خبر کے مطابق ٹنڈو باگو میں پھٹی کی قیمت 4,050 روپے، ٹھٹھہ میں 4,025 روپے، بدین میں 4,075 روپے اور کنری میں 4,025 روپے فی من ہے۔ (ڈان، 10 جون، صفحہ 11)

ایک خبر کے مطابق نئی فصل کی زبردست مانگ کی وجہ سے کپاس کی قیمت رواں موسم کی بلند ترین سطح پر پہنچ گئی۔ منڈی میں مانگ میں اضافے کی وجہ سے قیمت 8,050 سے 8,100 روپے فی من پر برقرار ہے۔ پھٹی کی قیمت بھی 3,800 سے 4,150 روپے فی من کی بلند سطح پر ہے۔ منڈی کے ذرائع کا کہنا ہے کہ زیریں سندھ سے آنے والی کپاس کا معیار ناقص ہے، پانی کی کمی اور گرمی میں اضافے سے کپاس کی فصل متاثر ہوئی ہے۔ اب تک کپاس کی نئی فصل کی پانچ سے چھ ہزار گانٹھیں منڈی میں آچکی ہیں۔ (ڈان، 23 جون، صفحہ 11)

محکمہ زراعت پنجاب نے کپاس کے کاشتکاروں پر زور دیا ہے کہ وہ فصل کو بارش کے پانی سے بچانے کے لیے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کریں۔ ترجمان کا کہنا ہے کہ مسلسل بارشیں کپاس کی فصل کے لیے فائدہ

مند نہیں ہیں۔ بارش کے پانی کی وجہ سے جڑی بوٹیاں تیزی سے اگتی ہیں اور فصل کو کیڑوں سے بچانا مزید مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر بارش کا پانی 24 گھنٹے تک فصل میں کھڑا رہے تو کپاس کی فصل کی بڑھوتری رک جاتی ہے۔ کسانوں کو مشورہ دیا گیا ہے کہ اگر زیادہ پانی جمع ہو تو اسے دوسرے کھیت میں منتقل کردیں۔ (بزنس ریکارڈر، 30 جون، صفحہ 8)

کپاس کی منڈی میں ترسیل میں کمی کی وجہ سے اس کی قیمت میں مسلسل اضافے کا رجحان جاری ہے۔ اس وقت کپاس کی تجارت سے جڑے تمام شراکت داروں کو بحران کی سی صورتحال کا سامنا ہے۔ کپاس کی فی من قیمت اپنی بلند ترین سطح 8,700 روپے پر کھڑی ہے۔ اسی طرح سندھ کی پھٹی کی قیمت بھی 3,900 سے 4,150 روپے فی من جبکہ پنجاب کی 3,700 سے 4,300 روپے کی بلند سطح پر آ گئی ہے۔ (ڈان، 13 جولائی، صفحہ 11)

ایک خبر کے مطابق منڈی کے ذرائع کا کہنا ہے کہ پانی کی کمی کی وجہ سے کپاس کی بوائی کا ہدف خصوصاً سندھ میں حاصل نہیں ہوسکا ہے۔ سرکاری اندازوں کے مطابق گزشتہ سال کے مقابلے پنجاب میں کپاس کی بیجائی 99 فیصد جبکہ سندھ میں 66 فیصد ہوئی ہے۔ تاجروں کا کہنا ہے کہ منڈی میں کپاس کی قیمت 9,300 روپے فی من جبکہ سندھ میں پھٹی کی قیمت 4,200 سے 4,500 روپے اور پنجاب میں 3,700 سے 4,400 روپے فی من ہوگئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 24 جولائی، صفحہ 18)

ملک بھر میں کپاس کے زیر کاشت علاقوں میں 2.69 ملین ہیکٹر رقبہ پر کپاس کاشت کی جاچکی ہے۔ کپاس کمشنر ڈاکٹر خالد عبداللہ کے مطابق کپاس کی کاشت میں گزشتہ سال کے مقابلے ایک فیصد اضافہ دیکھا گیا ہے۔ کپاس کی 14 ملین گانٹھوں کی پیداوار کے لیے 2.95 ملین ہیکٹرز رقبہ پر کپاس کی کاشت کا ہدف مقرر کیا گیا تھا۔ مجموعی طور پر پنجاب میں کپاس کی بیجائی میں 11 فیصد اضافہ ہوا ہے جہاں 2.31 ملین ہیکٹر ہدف کے مقابلے 2.29 ملین ہیکٹر پر کپاس کاشت کی گئی ہے۔ تاہم سندھ میں پانی کی کمی کی وجہ

سے کپاس کی بیجائی میں 40 فیصد کمی واقع ہوئی ہے۔ صوبہ سندھ میں 0.62 ملین ہیکٹر ہدف کے مقابلہ میں 0.41 ملین ہیکٹر رقبہ پر کپاس کاشت کی گئی ہے جو ہدف کا 66 فیصد ہے۔ بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں 0.1 ملین ہیکٹرز رقبہ پر کپاس کی کاشت کا ہدف مقرر کیا گیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 30 جولائی، صفحہ 3)

پی سی جی اے اور کسانوں کو خدشہ ہے کہ اس سال غیر معیاری بیج، بیجائی میں تاخیر اور پانی کی کمی کی وجہ سے کپاس کی پیداوار مقررہ ہدف 14 ملین گانٹھ کے بجائے 11 ملین گانٹھ ہوگی۔ سرکاری اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ سندھ میں رواں موسم میں کپاس کی کاشت میں گزشتہ سال کے مقابلے 31 فیصد کمی آئی ہے۔ پانی کی شدید کمی کی وجہ سے سندھ میں کپاس کی کاشت ہدف کے مقابلے 68 فیصد ریکارڈ کی گئی ہے۔ پاکستان کسان اتحاد کے صدر خالد محمود کھوکر کا کہنا ہے کہ کپاس کی پیداوار بمشکل دس ملین گانٹھوں تک پہنچ سکتی ہے۔ (دی نیوز، 5 اگست، صفحہ 15)

- گنا

کسان بورڈ خیبر پختونخوا کے صدر رضوان اللہ خان نے پشاور پریس کلب میں پریس کانفرنس کے دوران کہا ہے کہ خیبر پختونخوا کی شوگر ملوں نے کسانوں سے گنا 120 سے 130 روپے فی من خریدا۔ کسانوں نے اس نامناسب قیمت پر احتجاج بھی کیا۔ سپریم کورٹ نے اس معاملے پر کارروائی کی اور حکم جاری کیا کہ کسانوں کو 180 روپے فی من قیمت کے حساب سے گنے کی بقایا رقم ادا کی جائے، لیکن شوگر مل مافیا کھلے عام عدالتی حکم سے انکار کررہی ہے اور اب تک کے پی کے میں کسانوں کے بقایاجات ادا نہیں کیے گئے ہیں۔ انہوں نے متعلقہ حکام پر زور دیا کہ وہ کسانوں کے بقایاجات کی جلد ادائیگی کے لیے اپنا کردار ادا کریں تاکہ کسان اگلی فصل کاشت کرسکیں۔ (بزنس ریکارڈر، 8 مئی، صفحہ 21)

پنجاب اسمبلی کے پہلے اجلاس میں رکن اسمبلی فیصل حیات جیونا نے جھنگ میں قائم شوگر ملوں کی جانب سے گنے کے وزن میں کٹوتی، کسانوں کو گنے کی ادائیگی میں تاخیر اور گنے کی کم قیمت خریداری کے خلاف قرداد

پیش کی ہے۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ پنجاب حکومت نے گنے کی قیمت 180 روپے فی من مقرر کی تھی۔ ملوں نے کسانوں سے گنا ادھار پر خریدا اور ضلع جھنگ کی تین شوگر ملیں ابھی بھی کسانوں کو لوٹ رہی ہیں اور انہیں گنے کی فی من قیمت 180 روپے کے بجائے 150 سے 160 روپے ادا کررہی ہیں۔ فیصل حیات جیونا حلقہ پی پی 125 سے آزاد امیدوار کی حیثیت سے کامیاب ہوئے تھے جو بعد میں تحریک انصاف میں شامل ہوگئے۔ (ڈان، 20 اگست، صفحہ 6)

- چاول

محکمہ زراعت پنجاب نے چاول کے کاشتکاروں کو منظور شدہ چاول کی اقسام اری۔6، کے ایس۔282، کے ایس کے۔133، کے ایس کے۔434، نایاب اری۔9 اور نایاب۔2013 سے زیادہ سے زیادہ پیداوار کے حصول کے لیے سات جون تک بوائی مکمل کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ محکمے کی جانب سے جاری کردہ تجاویز میں باسمتی کی مختلف اقسام کی یکم تا 20 جون تک بوائی کا مشورہ دیا گیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 1 جون، صفحہ 17)

محکمہ زراعت پنجاب کے مطابق خریف کے موسم میں پنجاب میں 44.45 لاکھ ایکڑ رقبے پر چاول کی فصل کاشت کی جائے گی۔ محکمے نے چاول کی کاشت کے حوالے سے تربیتی ٹیمیں تشکیل دی ہیں جو گاؤں گاؤں جاکر مداخل کے مناسب استعمال، پنیری تیار کرنے اور اسے منتقل کرنے کے لیے کسانوں کی رہنمائی اور انہیں مدد فراہم کررہی ہیں۔ اس تربیتی پروگرام کا بنیادی مقصد تجویز کردہ بیجوں اور کھاد کے مناسب استعمال کے بارے میں کاشتکاروں میں آگہی پیدا کرنا ہے۔ محکمے نے کسانوں کو ہدایت کی ہے کہ بہتر پیداوار کے لیے صرف تجویز کردہ بیج ہی استعمال کریں۔ (بزنس ریکارڈر، 4 جون، صفحہ 5)

گارڈ ایگریکلچرل ریسرچ اینڈ سروسز نے چاول کی نئی قسم ''سپر ہائبرڈ رائس'' کی آزمائشی کاشت کا آغاز کردیا ہے۔ چاول کی یہ قسم فی ایکڑ 180 من سے زیادہ پیداوار دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ کمپنی کا کہنا ہے ضلع بدین میں 100 ایکڑ زمین پر اس چاول کی آزمائشی کاشت کی جارہی ہے۔ گزشتہ سال بھی چینی کمپنی کی

تیارکردہ چاول کی قسم ''403'' کی (ضلع بدین میں ہی) آزمائشی کاشت کی گئی تھی جس کے بہترین نتائج سامنے آئے تھے۔ چاول کی اس چینی قسم سے فی ایکڑ 135 سے 140 من پیداوار ہوئی تھی۔ اس سال کاشت کی جانے والی چاول کی یہ قسم بھی اسی چینی کمپنی کی تیار کردہ ہے جو پاکستان میں گارڈ ایگریکلچرل ریسرچ اینڈ سروسز کے اشتراک سے کام کررہی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 3 جون، صفحہ 5)

پاکستان کی زرعی معیشت کو پانی کے بحران کی وجہ سے مشکل حالات کا سامنا ہوسکتا ہے۔ اس سے قبل پانی کا بحران کپاس کی بیجائی کا ہدف پورا نہ ہونے کی وجہ بنا تھا اب اس بحران سے سندھ میں چاول کی بوائی ایک سے دو مہینے تاخیر کی وجہ سے متاثر ہورہی ہے۔ چاول موسم گرما کی فصل ہے اور گرم موسم اس کی نشو نما کے لیے انتہائی مفید ہے۔ چاول کی بوائی میں تاخیر کی وجہ سے اس کی پیداوار اکتوبر و نومبر تک جاسکتی ہے جب درجہ حرارت کم ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں چاول کی پیداوار متاثر ہوسکتی ہے۔ SAB (ایس اے بی) کے صدر عبدالمجید نظامانی کا کہنا ہے کہ چاول کی بوائی ایک سے دو ماہ تاخیر کا شکار ہوچکی ہے۔ موجودہ موسم کے چاول کی پیداوار پر پڑنے والے اثرات کے بارے میں کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔ مستقبل کی صورتحال بارشوں کے وقت پر ہونے پر منحصر ہے۔ تاہم کچھ اندازوں کے مطابق چاول کی بیجائی میں تاخیر کی وجہ سے پیداوار 30 سے 40 فیصد کم رہنے کا امکان ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 8 جولائی، صفحہ 13)

گارڈ ایگری کلچر ریسرچ اینڈ سروسز لمیٹڈ نے چاول کی پانچ گرمی برداشت کرنے والی ہائبرڈ اقسام تیار کی ہیں۔ ان اقسام کی سندھ کے منتخب علاقوں میں پاکستان ایگریکلچرل ریسرچ کونسل (PARC) کی جانب سے آزمائشی کاشت جاری ہے۔ گارڈ کمپنی کے سربراہ شہزاد علی ملک کا کہنا ہے کہ وہ چاول کے نئے ہائبرڈ بیج متعارف کروانے کے لیے تحقیق کررہے ہیں جو موسمی تبدیلی کے بڑھتے ہوئے مسائل اور ممکنہ خطرات جیسے کہ بڑھتی ہوئی حدت اور پانی کی کمی کا مقابلہ کرسکتے ہوں۔ (بزنس ریکارڈر، 18 جولائی، صفحہ 13)

زرعی ماہرین کا کہنا ہے کہ سندھ میں چاول کی پیداوار میں کمی کا خدشہ ہے کیونکہ پانی کی کمی کی وجہ سے

چاول کا زیر کاشت رقبہ کم ہوگیا ہے۔ سندھ زرعی یونیورسٹی (SAU)، ٹنڈو جام کے پروفیسر محمد اسماعیل قنبر کا کہنا ہے کہ پانی کی کمی کی وجہ سے سندھ میں بیجائی کا عمل تاخیر سے شروع کیا گیا اور تقریباً 30 سے 40 فیصد رقبے پر چاول کی فصل کاشت نہیں کی جاسکی ہے۔ پاکستان ہر سال ساڑھے چھ سے سات ملین ٹن چاول پیدا کرتا ہے جس میں سے تقریباً چار ملین ٹن صوبہ سندھ میں پیدا ہوتا ہے۔ سندھ میں پیدا ہونے ولا چاول زیادہ تر غیر باسمتی اقسام پر مشتمل ہوتا ہے جن میں اری اور کچھ ہائبرڈ چاول کی اقسام شامل ہیں۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ بیجائی میں تاخیر کی وجہ سے ابر آلود موسم میں فصل پر کیڑوں مکوڑوں کے حملے کا خدشہ پیدا ہوگیا ہے۔ (دی نیوز، 26 اگست، صفحہ 15)

- تمباکو

جنرل سیکریٹری ANP (اے این پی) خیبر پختونخوا سردار حسین بابک نے صوبے میں تمباکو کے کاشتکاروں کے استحصال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ دنیا کا بہترین معیار کا تمباکو (ورجینیا) کاشت کرنے والے کاشتکاروں کو دو کمپنیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے جو کم قیمت پر تمباکو خریدتی ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ عالمی منڈی میں تمباکو کی قیمت میں اضافے کے باوجود ان کی فصل سستے داموں خرید کر انہیں تمباکو کی پیداوار بند کرنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ تمباکو کے کسانوں کو مخصوص کمپنیوں کی غلامی سے آزاد کروایا جائے اور کھلی منڈی میں تمباکو فروخت کرنے کی اجازت دی جائے۔ (بزنس ریکارڈر، 7 اگست، صفحہ 8)

- زیتون

محکمہ زراعت پنجاب نے کسانوں کو ایک بار پھر تلقین کہ ہے کہ وہ سائنسی بنیادوں پر زیتون کے باغات قائم کرنے کے لیے 13 اگست تک رابطہ کریں۔ باغات لگانے کے لیے کسانوں کو زیتون کے پودے مفت حاصل ہوں گے۔ اس کے علاوہ کسانوں کو قطرہ قطرہ آبپاشی نظام پر زرتلافی بھی فراہم کی جائے گی۔ پوٹھوہار کے خطے کو زیتون کی وادی میں بدلنے کے لیے پنجاب حکومت دو ملین زیتون کے پودے کسانوں کو

مفت فراہم کررہی ہے۔ اس حوالے سے چکوال، اٹک، جہلم، راولپنڈی، خوشاب اور میانوالی میں سائنسی بنیادوں پر زیتون کے باغات قائم کرنے کے لیے کسانوں سے درخواستیں طلب کی گئی ہیں۔ حکومت ان باغات کے لیے تکنیکی مہارت و مدد بھی مفت فراہم کرے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 5 اگست، صفحہ 5)

IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی

مال مویشی

سندھ حکومت نے حیران کن طور پر سال 2018-19 میں مال مویشیوں کے اندراج یعنی ٹیگنگ (tagging) اور شناخت کے ایک آزمائشی منصوبہ کے لیے 1.16 بلین روپے مختص کردیئے ہیں۔ یہ منصوبہ سالانہ ترقیاتی منصوبوں کا حصہ نہیں ہے جن کے لیے وزیر اعلی نے ابتدائی تخمینی لاگت (PC-I) کے روایتی طریقہ کار کے تحت منظوری دی تھی۔ منصوبہ بندی و ترقی کی صوبائی وزارت کو منصوبہ 15 مارچ، 2018 کو موصول ہوا جس کی تکنیکی کمیٹی جو عموماً منصوبے پر طویل مشاورت کرتی ہے، نے اسی دن اس منصوبے کی منظوری دے دی۔ لہذا اس منصوبے کو پروونشل ڈیولپمنٹ ورکنگ پارٹی (PDWP) نے بھی صرف چھ دنوں میں (21 مارچ، 2018 کو) منظوری دے دی اور اس کے بعد منصوبے کو سندھ کے بجٹ 2018-19 میں شامل کرکے 1.16 بلین روپے مختص کردیے گئے۔ (بزنس ریکارڈر، 24 مئی، صفحہ 7)

پاکستان میں مویشیوں کے چارے میں تیزی سے کمی کے تناظر میں پنجاب لائیو اسٹاک اینڈ ڈیری ڈیولپمنٹ بورڈ (PLDDB) نے چارے کی بڑھتی ہوئی طلب پوری کرنے کے لیے پھلوں اور مکئی کے فضلے کو استعمال میں لاکر مویشیوں کی خوراک تیار کرنے کی منصوبہ بندی کی ہے۔ PLDDB (پی ایل ڈی ڈی بی) کے مشیر ڈاکٹر مسعود پرویز کے مطابق آم کا فضلہ ملک بھر میں وافر مقدار میں موجود ہوتا ہے جو چارہ بنانے کے لیے اہم جز کے طور پر استعمال ہوسکتا ہے۔ صرف پنجاب میں ہی 320,000 ٹن آم گودا بنانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ آم کا تقریباً پچاس فیصد حصہ چھلکے اور گٹھلی کی صورت بچ جاتا ہے جسے استعمال کیا

جاسکتا ہے۔ بورڈ مینجر وصی محمد کا کہنا ہے کہ ملک میں چارے کی شدید کمی ہے اور اس کمی کو پورا کرنے کے لیے بورڈ پھلوں کے فضلے سے سائیلج یعنی خمیری چارہ بنانے کے لیے کام کررہا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 20 جولائی، صفحہ 20)

- ڈیری

وزیر محکمہ مال مویشی پنجاب میاں نعمان کبیر نے محکمہ جاتی اجلاس کے دوران کہا ہے کہ صوبے کے 8.7 ملین مال مویشی پالنے والوں (کیٹل فارمرز) کے اعداد و شمار کو کمپیوٹروں کے ذریعہ درج کیا گیا ہے۔ اجلاس میں بتایا گیا کہ صوبہ بھر میں 26,000 سے زیادہ دیہات میں مویشیوں کی مختلف بیماریوں کے متعلق آگاہی فراہم کی گئی ہے۔ محکمہ نے کسانوں کو دودھ کی پیداوار میں اضافے کے مختلف طریقوں سے بھی آگاہی فراہم کی جس سے کسانوں کو مزید خودمختار بنایا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ مویشیوں کے 353 گشتی شفا خانے، چار لیبارٹریاں اور نو تربیتی مراکز کسانوں کو مدد فراہم کررہے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 6 جولائی، صفحہ 11)

ماہی گیری

ماہ جون اور جولائی میں حکومت کی جانب سے موسم گرما میں ماہی گیری پر پابندی متوقع ہے۔ حکام کا کہنا ہے کہ یہ اب تک واضح نہیں کہ حکومت ماہی گیری پر پابندی دو ماہ کے لیے عائد کرے گی کیونکہ ماضی میں پیپلزپارٹی کی حکومت نے ماہی گیروں کو رعایت دیتے ہوئے ایک مہینے کی پابندی عائد کی تھی۔ ماہی گیروں کا کہنا ہے کہ جون، جولائی میں بحیرہ عرب میں لہریں اونچی ہوتی ہیں اور ماہی گیری پر پابندی جھینگوں کی افزائش کا موقع فراہم کرتی ہے۔ پابندی کا یہ دورانیہ جھینگوں اور دیگر اقسام کی مچھلیوں کی افزائش کا موسم ہوتا ہے۔ ادارہ شماریات پاکستان کے مطابق پاکستان کی سمندری خوراک کی برآمد میں اضافہ جاری ہے۔ سال 2017-18 میں جولائی تا مارچ 315.59 ملین ڈالر مالیت کی سمندری خوراک برآمد کی گئی جو گزشتہ سال کے مقابلے 14.43 فیصد زیادہ ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 12 مئی، صفحہ 3)

جوڈیشل مجسٹریٹ کراچی ،غربی نے 100 بھارتی ماہی گیروں پر فرد جرم عائد کرکے ان کی دوران حراست قید کو ہی سزا قرار دے کر رہا کرنے کا حکم دیا ہے۔ عدالت نے ماہی گیروں پر فی کس 1,000 روپے جرمانہ بھی عائد کیا۔ جرمانے کی عدم ادائیگی کی صورت میں ماہی گیروں کو مزید 15 دن کی سزا کاٹنی ہوگی۔ عدالت نے جیل حکام کو ہدایت کی ہے کہ ماہی گیروں کو رہا کرنے کے لیے متعلقہ محکمہ جات سے رابطہ کریں۔ ان ماہی گیروں کو ان کی کشتیوں سمیت پاکستان میری ٹائم سکیورٹی ایجنسی (PMSA) نے مختلف واقعات میں پاکستانی سمندری حدود کی خلاف ورزی پر گرفتار کیا تھا۔ (ڈان، 19 مئی، صفحہ 18)

ایک خبر کے مطابق سندھ حکومت نے اپنی مدت کے آخری ایام میں سمندر میں جون تا جولائی دو ماہ کے لیے ماہی گیری پر پابندی عائد نہیں کی۔ مچھلی اور جھینگوں کی افزائش کے ان دو ماہ کے دورانیہ میں بھی سندھ کے ساحلوں پر شکار جاری رہے گا۔ تاہم کراچی فش ہاربر اتھارٹی (KFHA) نے اپنی حدود میں دو ماہ کے لیے ماہی گیری پر پابندی عائد کردی ہے۔ حکام کا کہنا ہے کہ KFHA (کے ایف ایچ اے) نے صرف بندرگاہ کی حدود میں ماہی گیری پر پابندی عائد کی ہے جبکہ دیگر ساحلوں پر ماہی گیری جاری رہ سکتی ہے کیونکہ سندھ حکومت نے جون تا جولائی مچھلیوں اور جھینگوں کی افزائش کے موسم میں ماہی گیری پر پابندی کا سرکاری اعلامیہ جاری نہیں کیا۔ سندھ حکومت نے اپنی پانچ سالہ مدت 28 مئی، 2018 کو مکمل کرلی تھی اور سرکاری محکمہ جات سے علیحدہ ہوگئی لیکن ایک کلیدی ذمہ داری یعنی ماہی گیری پر پابندی لگانے میں ناکام رہی۔ (بزنس ریکارڈر، 2 جون، صفحہ 3)

سندھ اینگرو کول مائننگ کمپنی نے تھرپارکر، سندھ میں گرانو کے آبی ذخیرے میں مچھلی کی افزائش میں کامیابی حاصل کرلی ہے۔ اس حوالے سے گرانو کے مقام پر ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں آبی ذخیرے سے پکڑی گئی مچھلی سے بنے پکوان مہمانوں کو پیش کیے گئے۔ یہ آبی ذخیرہ کوئلے کی کان سے نکالے گئے نمکین پانی سے بنا ہے۔ کمپنی ذرائع کا کہنا ہے کہ ماہرین ماہی پروری نے اپنی لیبارٹریوں میں نمونوں کی جانچ کی ہے، جس کے نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ ذخیرہ شدہ پانی بڑے پیمانے پر ماہی پروری کے

لیے سازگار ہے۔ کمپنی نے مختلف اقسام کی 100,000 مچھلیوں کے بچے بطور بیج اس آبی ذخیرے میں چھوڑے تھے۔ یہ مچھلی مکمل طور پر نامیاتی ہے جس کی افزائش میں کوئی مصنوعی کیمیائی اجزاء استعمال نہیں کیے گئے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 6 اگست، صفحہ 5)

بھارتی قید سے رہا کیے گئے 14 پاکستانی ماہی گیر جن میں تین بچے بھی شامل تھے، کراچی پہنچ گئے ہیں۔ 100 سے زائد پاکستانی ماہی گیر اب بھی بھارتی قید سے رہائی کے منتظر ہیں جو بغیر کسی جرم کے بھارتی جیلوں میں قید ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 11 اگست، صفحہ 3)

پاکستانی سمندری حدود کی خلاف ورزی پر گرفتار ہونے والے 26 بھارتی ماہی گیروں کو یوم آزادی کے موقع پر جذبہ خیر سگالی کے تحت رہا کردیا گیا ہے۔ ان ماہی گیروں کو کینٹ اسٹیشن کراچی سے لاہور بھیجا گیا ہے جہاں سے انھیں واہگہ سرحد پر بھارتی حکام کے حوالہ کیا جائیگا۔ ایدھی فاؤنڈیشن نے ان بھارتی ماہی گیروں کے سفری اخراجات ادا کرنے کا اعلان کیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 13 اگست، صفحہ 4)

بھارتی ساحلی محافظوں نے نو پاکستانی ماہی گیروں کو بھارتی سمندری حدود میں داخل ہونے پر گرفتار کرلیا ہے۔ پاکستانی ماہی گیروں کی کشتی بھی ضبط کرلی گئی ہے۔ گرفتار ہونے والے تمام ماہی گیروں کا تعلق کراچی کے علاقے ابراہیم حیدری سے ہے۔ (ڈان، 21 اگست، صفحہ 18)

V۔ تجارت

برآمدات

محکمہ زراعت پنجاب نے پھلوں، سبزیوں اور دیگر اہم فصلوں کی عالمی سطح پر اہمیت اجاگر کرنے کے لیے زرعی نمائش ''ایگری ایکسپو 2018'' کا انعقاد کیا ہے جو 24 جون تک جاری رہے گی۔ وزیر زراعت

پنجاب سردار تنویر الیاس نے نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ نمائش کسانوں، برآمد کنندگان اور کمپنیوں کے لیے نئے مواقع فراہم کرے گی۔ سیکریٹری زراعت پنجاب ڈاکٹر واصف خورشید کا اس موقع پر کہنا تھا کہ 80 فیصد سے زیادہ زرمبادلہ زرعی شعبے سے حاصل ہوتا ہے جس میں 60 فیصد حصہ پنجاب کا ہے۔ پاکستان کینو اور کھجور پیدا کرنے والا تیسرا بڑا ملک ہے جبکہ آم پیدا کرنے والا چوتھا بڑا ملک ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 24 جون، صفحہ 5)

اسلام آباد ہائی کورٹ نے تحائف کی آڑ میں لاکھوں مویشی ملک سے برآمد کرنے کے خلاف دائر ایک درخواست پر وزیراعظم کے سابق پرنسپل سیکریٹری اور دیگر کئی سرکاری حکام کو نوٹس جاری کردیا ہے۔ درخواست گزار کا کہنا ہے کہ ملک میں تحائف کے حوالے سے کوئی واضح پالیسی موجود نہیں ہے جس کی وجہ سے تحائف اسکیموں کو پاکستان سے کالا دھن سفید کرنے کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ مویشیوں کی کمی کے ساتھ ساتھ گوشت کی قیمت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ 2013 میں زندہ مویشیوں کی برآمد پر پابندی عائد کردی گئی تھی جس کے بعد ہزاروں زندہ مویشی تحائف اسکیم کے تحت خلیجی ممالک برآمد کیے گئے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 16 جون، صفحہ 3)

پاکستان ہر سال عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کے جانور سعودی عرب برآمد کرنے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ پاکستان اور سعودی حکومت کے درمیان قربانی کے جانور برآمد کرنے کے لیے بات چیت جاری ہے۔ حال ہی میں مکہ میں ہونے والے حج مشاورتی کمیٹی کے اجلاس میں اس معاملے پر بحث کی گئی ہے اور سعودی عرب میں حاجیوں اور سعودی شہریوں میں بڑھتی ہوئی جانوروں کی طلب پر غور کیا گیا۔ حکام کے مطابق قربانی کے جانوروں کی طلب عیدالاضحیٰ کے موقع پر بڑھ جاتی ہے اور اکثر طلب پوری کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 19 اگست، صفحہ 2)

• گندم

یورپی تاجروں کے مطابق حکومت نے وزیر اعظم شاہد خاقان عباسی کی زیر صدارت اجلاس میں 500,000 ٹن اضافی گندم 155 ڈالر فی ٹن زرتلافی کے ساتھ برآمد کرنے کی منظوری دی ہے۔ یہ گندم پاکستان ایگری کلچرل اسٹوریج اینڈ سروسیز کارپوریشن (PASSCO) کے ذریعے فروخت کیا جائے گا۔ برآمدکنندگان اس سلسلے میں مزید معلومات کا انتظار کررہے ہیں کیونکہ گندم کی برآمد کے حوالے سے اب تک کوئی باقائدہ اعلان نہیں کیا گیا ہے۔ تاہم امکان ہے کہ یہ گندم مئی اور جون میں برآمد کیا جائے گا۔ (بزنس ریکارڈر، 1 مئی، صفحہ 19)

ایک خبر کے مطابق جولائی تا مارچ 2017-18 کے دوران گندم کی برآمد 1.12 ملین ٹن تک پہنچ گئی ہے جو گزشتہ سال اسی دورانیے میں صرف 3,937 ٹن تھی۔ یہ گندم بنگلہ دیش، انڈونیشیا، ویتنام، دبئی، مسقط سمیت دیگر ممالک میں 185 سے 200 ڈالر فی ٹن قیمت پر برآمد کیا جارہا ہے۔ تاجروں کو امید ہے کہ اس سال بحری راستے سے گندم کی برآمد کا 1.4 ملین ٹن کا ہدف مکمل ہو جائے گا۔ حکومت نے دسمبر میں ملک میں موجود گندم کے ذخیرے کو فروخت کرنے کے لیے 30 جون تک دوملین ٹن گندم برآمد کرنے کی اجازت دی تھی۔ حکومت زمینی راستے سے گندم کی برآمد پر 120 ڈالر فی ٹن جبکہ سمندری راستے سے برآمد پر 169 ڈالر فی ٹن زرتلافی فراہم کررہی ہے۔ (ڈان، 22 جون، صفحہ 10)

مالی سال 2018 میں پاکستان سے گندم کی بڑے پیمانے پر برآمد کے باوجود گندم اور اس سے تیار کردہ اشیاء کا دوملین ٹن برآمد کا ہدف پورا نہیں کیا جاسکا۔ حکومت نے دسمبر، 2017 میں 30 جون، 2018 تک دوملین ٹن گندم برآمد کرنے کی اجازت دی تھی۔ تاجر پر امید تھے کہ وہ 1.4 ملین ٹن گندم سمندری راستے سے برآمد کرلیں گے لیکن جون کے مہینے میں گندم کی برآمدات کم ہوکر 69,299 ٹن پر آ گئی جو مئی میں 326,133 ٹن تھی۔ (ڈان، 22 جولائی، صفحہ 10)

- چاول

ادارہ شماریات پاکستان کے جاری کردہ تازہ اعداد و شمار کے مطابق مالی سال 2017-18 کے ابتدائی نو ماہ میں چاول کی برآمد میں گزشتہ سال کے مقابلے 27.67 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ جولائی تا مارچ، 2017-18 تقریباً 3,132,997 ٹن چاول برآمد کیا گیا جس کی مالیت 1.49 بلین ڈالر تھی۔ (ڈان، 2 مئی، صفحہ 10)

مالی سال 2018 کے ابتدائی دس ماہ میں چاول کی برآمد میں 27 فیصد اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ پاکستان نے جولائی سے اپریل کے دوران 1.57 بلین ڈالر مالیت کا 3.22 ملین ٹن چاول برآمد کیا ہے جبکہ گزشتہ سال اس عرصے کے دوران 2.8 ملین ٹن چاول برآمد کیا گیا تھا۔ سینئر وائس چیئرمین رائس ایکسپورٹرز ایسوسی ایشن آف پاکستان (REAP) رفیق سلیمان کا کہنا ہے کہ چاول کی تجارت جو پچھلے تین سال سے مسائل کا شکار تھی اب بحران سے نکل آئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 10 مئی، صفحہ 5)

پھل سبزی

- آم

ایک خبر کے مطابق پاکستان میں چین کے سفارتکار چاؤ لی جان (Zhao Lijian) نے کہا ہے کہ اس سال چین کو پاکستانی آم کی برآمد 10,000 ٹن تک بڑھ جانے کی توقع ہے۔ پاکستان دنیا میں آم پیدا کرنے والا پانچواں بڑا ملک ہے جہاں آم کی سالانہ پیداوار تقریباً 1.8 ملین ٹن ہے۔ پاکستانی آم کی اہم اقسام میں چونسا اور سندھڑی شامل ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 16 اگست، صفحہ 19)

- حلال گوشت

پاکستان اکانومی واچ (PEW) کے مطابق کچھ سالوں سے پاکستان سے گوشت کی برآمد کئی وجوہات کی بناء پر کم ہوتی جارہی ہے جس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ 2003 سے 2015 کے دوران پاکستانی گوشت کی برآمدات میں 27 فیصد اضافہ ہوا تھا۔ اس کے بعد کئی وجوہات جن میں درآمد کنندگان کی جانب سے

پاکستانی تاجروں کو رقم کی عدم ادائیگی بھی شامل ہے، کی وجہ سے پاکستانی گوشت کی برآمد میں کمی ہو رہی ہے۔ عدم ادائیگی کی وجہ سے کئی برآمد کنندگان دیوالیہ ہوگئے ہیں۔ گوشت کے برآمد کنندگان نے اس صورتحال میں مدد کے لیے متعلقہ سرکاری حکام اور خلیجی ممالک کے سفارت خانوں سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کی جس کے نتائج نہ ملنے پر برآمد کنندگان مایوس ہوئے۔ سال کے ابتدائی سات ماہ کے دوران 113.9 ملین ڈالر مالیت کا گوشت برآمد کیا گیا ہے جو گزشتہ سال کے مقابلہ میں سات فیصد کم ہے۔

(بزنس ریکارڈر، 4 جون، صفحہ 3)

- چینی

جولائی تا مئی 2017-18 میں چینی کی برآمد 1.35 ملین ٹن تک پہنچ گئی جس سے 474 ملین ڈالر کا زرمبادلہ حاصل ہوا۔ گزشتہ سال اسی عرصے کے دوران 158 ملین ڈالر مالیت کی 302,268 ٹن چینی برآمد کی گئی تھی۔ جولائی تا مئی کے دوران چینی کی اوسط قیمت کم ہوکر 384 ڈالر فی ٹن ہوگئی جو گزشتہ سال اسی عرصے کے دوران 524 ڈالر فی ٹن تھی۔ یہ چینی افریقی ممالک، مشرق وسطی، نیپال اور میانمار وغیرہ برآمد کی گئی۔

(ڈان، 28 جون، صفحہ 10)

درآمدات

- کپاس

فیڈرل بورڈ آف ریونیو (FBR) نے ایک اعلامیہ کے ذریعے 15 جولائی سے کپاس کی درآمد پر دی گئی چھوٹ ختم کردی ہے۔ حکومت نے رواں سال آٹھ جنوری سے کپاس کی درآمد پر پانچ فیصد سیلز ٹیکس اور چار فیصد درآمدی محصول ختم کردیا تھا۔ مقامی کسانوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے کپاس کی درآمد پر یہ رعایت واپس لی گئی ہے۔ (ڈان، 6 جولائی، صفحہ 10)

- دالیں

جولائی تا اپریل، 18-2017 کے دوران دالوں کی درآمدات میں 47 فیصد کمی کے بعد اس کی مالیت 442.731 ملین ڈالر ہوگئی ہے جو گزشتہ سال اسی عرصے کے دوران 835.30 ملین ڈالر تھی۔ ادارہ شماریات پاکستان کے اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ جولائی تا اپریل، 18-2017 میں 576,916 ٹن دالیں درآمد کی گئیں جبکہ گزشتہ سال اسی مدت کے دوران 1,072,816 ٹن دالیں درآمد کی گئی تھیں۔ (بزنس ریکارڈر، 12 جون، صفحہ 7)

- کھاد

وزارت صنعت و پیداوار نے مالی سال 2018 میں یوریا کھاد کی کمی پوری کرنے کے لیے کھاد کے بند کارخانے بحال کرنے کے بجائے یوریا درآمد کرنے کی تجویز کی حمایت کی ہے۔ فرٹیلائزر ریویو کمیٹی (FRC) کے اجلاس میں نیشنل فرٹیلائزر مارکیٹنگ لمیٹڈ نے 0.6 ملین ٹن یوریا درآمد کرنے کی تجویز دی تھی۔ اندازوں کے مطابق موجودہ خریف کے موسم میں 0.2 تا 0.3 ملین ٹن کھاد کی کمی کا امکان ہے اور کھاد کی یہ کمی دسمبر، 2018 تک جاری رہنے کی توقع ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 مئی، صفحہ 20)

- خوردنی تیل

FBR (ایف بی آر) کی جانب سے بجٹ 19-2018 میں خوردنی تیل کی درآمد پر محصول میں 30 فیصد اضافے کی تجویز دی گئی ہے۔ تجویز کے مطابق سویابین کے تیل پر محصول میں 32.6 فیصد اور پام آئل پر 29.5 فیصد اضافہ متوقع ہے۔ ملک میں خوردنی تیل کی ضرورت کا 75 فیصد درآمد کیا جاتا ہے جبکہ بقیہ ضرورت مقامی بنولہ اور سرسوں کے تیل سے پوری کی جاتی ہے۔ ایف بی آر کے حکام نے انکشاف کیا ہے کہ ایف بی آر نے یہ تجویز پنجاب کے ایک وفاقی وزیر کے اسرار پر پیش کی۔ اس وفاقی وزیر کا تعلق شیخو پورہ سے ہے جن کے رشتہ دار تیل کشید کرنے کی صنعت سے وابستہ ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ حکومت پر درآمدی محصول میں اضافے کے خلاف دباؤ بڑھا ہے۔ اس مجوزہ اضافے کے بعد صارفین کو فی کلو تیل

پر پانچ روپے اضافی ادا کرنے ہوں گے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 3 مئی، صفحہ 13)

VI۔ کارپوریٹ شعبہ

ایک خبر کے مطابق ملت ٹریکٹرز لمیٹڈ نے سال 18-2017 میں 42,500 ٹریکٹروں کی پیداوار اور فروخت کرکے ایک نیا سنگ میل عبور کیا ہے۔ اس فروخت میں ملکی اور غیر ملکی دونوں منڈیوں کی فروخت شامل ہے۔ اس حوالے سے منعقد کی گئی ایک تقریب میں کمپنی کے سربراہ کا کہنا تھا کہ یہ کامیابی کمپنی کے ملازمین اور دیگر شراکت داروں کی عمدہ کارکردگی کا نتیجہ ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 15 جون، صفحہ 5)

کھاد کمپنیاں

- اینگرو فرٹیلائزرز

اینگرو فرٹیلائزرز نے اعلان کیا ہے کہ 30 جون کو ختم ہونے والی ششماہی میں کمپنی کا منافع بعد از محصول 74 فیصد اضافے کے بعد 7.15 بلین روپے ہوگیا ہے۔ گزشتہ سال کمپنی نے اسی مدت کے دوران 4.12 بلین روپے منافع کمایا تھا۔ (ڈان، 11 اگست، صفحہ 11)

کارپوریٹ لابی

- گندم

پاکستان فلور ملز ایسوسی ایشن:

پاکستان فلور ملز ایسوسی ایشن (PFMA) نے ایک مشترکہ اعلامیہ میں مطالبہ کیا ہے نئی حکومت کو ملک میں ذخیرہ شدہ دس ملین ٹن گندم کے تحفظ کے لیے جلد گندم اور اس سے بنی اشیاء کی برآمد کے لیے طویل المدت حکمت عملی کا اعلان کرنا چاہیے۔ اس حکمت عملی میں برآمدی زرعی اشیاء کی قدر میں اضافے (ویلیو ایڈیشن) پر توجہ مرکوز ہونی چاہیے تاکہ پاکستان زرمبادلہ کما سکے اور درآمدات و برآمدات میں کچھ توازن

پیدا کیا جاسکے۔ (ڈان، 13 اگست، صفحہ 6)

- پھل سبزی

پاکستان فروٹ اینڈ ویجیٹیبل ایکسپورٹرز، امپورٹرز اینڈ مرچنٹز ایسوسی ایشن:

رواں مالی سال دسمبر تا مئی کے دوران پاکستان نے 222 ملین ڈالر مالیت کے 370,000 ٹن کینو برآمد کیے ہیں جو اب تک کی کینو کی برآمد کی بلند ترین سطح ہے۔ گزشتہ سال 325,000 ٹن کینو برآمد کیے گئے تھے۔ پاکستان فروٹ اینڈ ویجیٹیبل ایکسپورٹرز، امپورٹرز اینڈ مرچنٹز ایسوسی ایشن (PFVA) کا کہنا ہے کہ روس کو کینو کی برآمد میں مسائل کا سامنا ہے۔ 10 کلوگرام پاکستانی کینو کی اصل قدر چھ سے سات ڈالر ہے جبکہ روسی حکام 10 کلوگرام کینو کی قدر 9.5 ڈالر مقرر کررہے ہیں (جس کے نتیجے میں کینو کی قدر کے تناسب سے محصول کی شرح بڑھ جاتی ہے) اس صورتحال سے مقامی برآمد کنندگان کو روس کینو کی برآمد میں مزید مسابقت کا سامنا ہے۔ PFVA (پی ایف وی اے) نے حکومت سے روس برآمد کیے جانے والے کینو کے فی کنٹینر پر عائد 250 ڈالر محصولات کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ (ڈان، 6 جون، صفحہ 10)

ملک میں باغبانی شعبے کی ترقی کے لیے تیار کی گئی حکمت عملی ''پاکستان ہورٹی کلچر ویژن 2030'' کی کراچی میں تقریب رونمائی سات جولائی کو منعقد کی جائے گی۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس حکمت عملی کو اپنا کر پھلوں اور سبزیوں کی برآمد کو آئندہ دو سالوں کے دوران ایک بلین ڈالر، اگلے پانچ سالوں کے دوران 3.5 بلین ڈالر اور دس سالوں میں چھ بلین ڈالر تک بڑھایا جاسکتا ہے۔ شعبہ باغبانی کی ترقی اور برآمدات میں اضافے کے لیے دس سالہ حکمت عملی تمام شراکت داروں کے ساتھ مشاورت کے بعد مکمل کی گئی ہے جسے عام انتخابات میں حصہ لینے والی تمام سیاسی جماعتوں کے ساتھ ساتھ وفاقی وصوبائی حکومتوں کو بھی بھیجا جائیگا۔ پی ایف وی اے کے صدر وحید احمد کا کہنا ہے کہ ویژن 2030 نجی شعبے کی طرف سے جاری کی جانے والی پہلی جامع تحقیق ہے جس میں مقامی اور غیرملکی ماہرین کی تجاویز اور مشاورت شامل ہے۔ اس حکمت عملی کے ذریعے باغبانی شعبے میں پھل اور سبزیوں کی پیداوار سے لیکر ان کی نقل وحمل اور برآمد تک

تمام مراحل مزید جدید اور موثر بنائیں جائیں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ پی ایف وی اے کی تیار کردہ یہ حکمت عملی اگلے دس سالوں میں غیر ملکی سرمایہ کاری پاکستان لانے کا ذریعہ بنے گی جس سے دیگر شعبہ جات میں بھی غیر ملکی سرمایہ کار راغب ہوں گے۔ (بزنس ریکارڈر، 6 جولائی، صفحہ 2)

- کپاس

آل پاکستان ٹیکسٹائل ملز ایسوسی ایشن:

APTMA (اپٹما) نے نگراں حکومت سے کپاس کی درآمد پر عائد محصولات ختم کرنے پر زور دیا ہے۔ نائب چیئرمین اپٹما زاہد مظہر نے کپاس کی درآمد پر محصولات میں دی جانے رعایت کو ختم کرنے کے فیصلہ کو ٹیکسٹائل صنعت کے تابوت میں آخری کیل قرار دیا ہے۔ انکا کہنا تھا مسلسل تین سالوں سے ملک میں کپاس کی پیداوار اس کی طلب 15 ملین گانٹھوں کے مقابلے کہیں کم ہے اور کپڑے کی صنعت اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے دیگر ممالک سے کپاس درآمد کرنے پر مجبور ہے۔ اپٹما نے نگراں وزیر اعظم ناصر الملک سے فوری طور پر کپاس کی درآمد پر عائد محصولات ختم کرکے ملک کی معیشت اور کپڑے کی برآمدی صنعت کو تحفظ دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 10 جولائی، صفحہ 7)

- چاول

رائس ایکسپورٹرز ایسوسی ایشن آف پاکستان:

REAP (ریپ) نے قطر کی حکومت سے پاکستانی سپر باسمتی چاول کی خریداری کے لیے ٹھیکہ دینے کی درخواست کی ہے۔ چیئرمین ریپ سمیع اللہ نعیم کے مطابق قطر حکومت ہر سال 50,000 ٹن چاول خریدتی ہے۔ پاکستان ہر سال قطر کو 25 سے 30 ہزار ٹن چاول برآمد کرسکتا ہے لیکن قطر حکومت کی چاول فروخت کنندہ ممالک کی فہرست میں پاکستان کا نام شامل نہیں ہے۔ سمیع اللہ نعیم کا مزید کہنا تھا کہ انہوں نے پاکستان میں قطر کے سفیر سے ملاقات میں یہ مسئلہ اٹھایا ہے اور سفیر نے مسئلے کے حل کے لیے ہر ممکن اقدامات کرنے کی یقین دہانی کروائی ہے۔ (بزنس ریکارڈر 26 مئی، صفحہ 5)

ریپ کے مطابق چاول کی برآمد میں 28 فیصد اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ پاکستان نے مالی سال 2018 میں دو بلین ڈالر مالیت کا 4.023 ملین ٹن چاول برآمد کیا جبکہ گزشتہ سال 1.6 بلین ڈالر مالیت کا 3.44 ملین ٹن چاول برآمد کیا گیا تھا۔ انڈونیشیا کی جانب سے 200,000 ٹن چاول کی خریداری کے بعد اس کی برآمد میں اضافہ ممکن ہوا۔ ریپ کے سینئر وائس چیئرمین رفیق سلیمان نے پانی کی کمی پر سخت تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ تھائی لینڈ، چین اور ویتنام جیسے ممالک سال میں دو سے تین چاول کی فصل حاصل کرتے ہیں اور ان کی سالانہ چاول کی پیداوار تقریباً 100 ملین ٹن ہوتی ہے۔ جبکہ پاکستان میں چاول کی سالانہ پیداوار بمشکل سات ملین ٹن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی چاول کی برآمد چار ملین ٹن پر رکی ہوئی ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ نئے ڈیموں کی تعمیر کے بعد پاکستان دیگر ممالک کی طرح پانی ذخیرہ کرسکتا ہے اور سال میں ایک سے زائد مرتبہ چاول کی فصل حاصل کرسکتا ہے جس سے زراعت کے شعبے میں ایک انقلاب برپا ہوسکتا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 12 جولائی، صفحہ 12)

ریپ کے اجلاس میں ٹرانسپورٹرز کی جانب سے کرایوں میں اچانک اضافے پر تشویش کا اظہار کیا گیا۔ ریپ کے وائس چیئرمین رفیق سلیمان کا کہنا تھا کہ ٹرانسپورٹرز نے کرایوں میں 45 فیصد اضافہ کردیا ہے جو غیر منصفانہ ہے۔ چاول کے برآمد کنندگان نقل وحمل کے لیے بڑے پیمانے پر ان ٹرانسپورٹرز کی خدمات حاصل کرتے ہیں لیکن ان کی مشاورت کے بغیر ہی اچانک کرایوں میں اضافہ کردیا گیا ہے۔ چاول کی برآمد کا شعبہ پہلے ہی مسائل کا شکار ہے۔ کرایوں میں اضافے سے چاول کی تجارت بری طرح متاثر ہوگی۔ (بزنس ریکارڈر، 17 اگست، صفحہ 5)

- مال مویشی

پاکستان پولٹری ایسوسی ایشن:

نگراں وزیر مال مویشی پنجاب میاں نعمان کبیر اور پاکستان پولٹری ایسوسی ایشن (PPA) کے درمیان کامیاب مذاکرات کے بعد مرغی کی قیمت میں 12 روپے فی کلو کمی کا اعلان کیا گیا ہے۔ میاں نعمان کبیر

نے اس اقدام کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت عوام کو سہولت فراہم کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ سعودی عرب، ابوظہبی، قطر اور اومان کی جانب سے پاکستان کو برڈ فلو سے پاک قرار دیے جانے کے بعد PPA (پی پی اے) کو پولٹری مصنوعات خلیجی ممالک برآمد کرنے پر زیادہ توجہ دینی چاہیے جس کے لیے حکومت پنجاب بھرپور معاونت کرے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 7 جولائی، صفحہ 7)

پاکستان ٹینرز ایسوسی ایشن:

اس سال مویشیوں کی کھال کی قیمتوں میں 10 فیصد کمی واقع ہوئی ہے جبکہ عید الاضحیٰ پر مویشیوں کی قربانی میں پانچ سے 10 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ گزشتہ سال عید کے موقع پر 7.5 ملین جانوروں کی قربانی کی گئی تھی۔ اس سال گائے کی کھال کی قیمت جو گزشتہ سال 1,700 سے 1,900 روپے تھی کم ہو کر 1,400 سے 1,600 روپے ہوگئی ہے۔ اسی طرح گزشتہ سال بھینس کی کھال کی قیمت 700 سے 900 روپے، بکرے کی 200 سے 250 روپے اور بھیڑ کی کھال کی قیمت 125 سے 150 روپے تھی جو بلترتیب کم ہوکر 500 سے 700، 200 سے 225 اور 75 سے 100 روپے ہوگئی ہے۔ پاکستان ٹینرز ایسوسی ایشن (PTA) کے مرکزی چیئرمین امان اللہ آفتاب کا کہنا ہے کہ اس سال کھالوں کی کل مالیت کا اندازہ 5.5 بلین روپے لگایا گیا ہے۔ (ڈان، 25 اگست، صفحہ 10)

- کپاس

کراچی کاٹن ایسوسی ایشن:

کراچی کاٹن ایسوسی ایشن (KCA) نے کپاس کی پیداوار میں متوقع کمی کی وجہ سے حکومت سے اس کی درآمد پر محصولات ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ KCA (کے سی اے) کے مطابق پیداوار میں کمی کی وجہ سے طلب و رسد میں چار ملین گانٹھوں کا فرق پیدا ہوسکتا ہے۔ نگراں حکومت نے 15 جولائی سے کپاس کی درآمد پر تین فیصد کسٹم ڈیوٹی، دو فیصد اضافی کسٹم ڈیوٹی، پانچ فیصد سیلز ٹیکس اور ایک فیصد انکم ٹیکس عائد کیا تھا۔ کے سی اے کا کہنا ہے کہ محصولات میں اضافے کی وجہ سے درآمدی کپاس مہنگی ہو جائے گی جس کے

نتیجے میں کپڑے سے تیار شدہ مصنوعات کی قیمتوں میں اضافہ ہوگا۔ (ڈان، 21 جولائی، صفحہ 10)

VII۔ بیرونی امداد

عالمی بینک

پاکستان نے پنجاب میں موسمی تبدیلی سے مطابقت میں اضافے کے لیے عالمی بینک سے 400 ملین ڈالر کے دو معاہدوں پر دستخط کیے ہیں۔ دونوں منصوبوں کا مقصد پنجاب کے شہروں کا معیار زندگی اور ماحول کو بہتر بنانا ہے۔ ان منصوبوں میں 200 ملین ڈالر کا شہروں کے لیے منصوبہ پنجاب سٹیز (cities) پروگرام اور 200 ملین ڈالر کا ماحول دوست ترقیاتی منصوبہ پنجاب گرین ڈیولپمنٹ پروگرام شامل ہیں۔ سرکاری بیان کے مطابق پنجاب سٹیز پروگرام کا مقصد شہری انتظامات و سہولیات کی فراہمی میں بلدیاتی اداروں کی کارکردگی کو مستحکم کرنا ہے۔ پنجاب گرین ڈیولپمنٹ پروگرام سرکاری محکموں کو بااختیار بنا کر صوبے میں ماحول کے حوالے سے انتظام کو مستحکم کرے گا تاکہ شہریوں اور نجی شعبے کو ماحول کے حوالے سے بہتر خدمات فراہم کی جاسکیں۔ (ڈان، 30 مئی، صفحہ 10)

عالمی بینک نے ماحولیاتی انتظام کو مستحکم کرنے اور ماحولیاتی شعبے میں سرمایہ کاری کو فروغ دینے کے لیے ''پنجاب گرین ڈیولپمنٹ پروگرام'' کی منظوری دے دی ہے۔ بینک دستاویزات کے مطابق منصوبے کا آغاز اگلے ماہ صوبہ پنجاب میں نئی حکومت کے قیام کے ساتھ ہی کیا جائے گا۔ اس پانچ سالہ منصوبے پر 273 ملین ڈالر لاگت آئے گی جس میں سے 200 ملین ڈالر عالمی بینک دے گا۔ منصوبے کے تحت پنجاب حکومت ماحول دوست سرمایہ کاری (گرین فنانسنگ) کو فروغ دے گی اور براہ راست نجی و سرکاری شعبے میں ماحول دوست سرمایہ کاری کے لیے مدد کرے گی۔ (ڈان، 6 اگست، صفحہ 5)

VIII۔ پالیسی

صحت مند اور غذائیت سے بھرپور خوراک کے حوالے سے عوام میں آگاہی فراہم کرنے کے لیے پنجاب فوڈ اتھارٹی (PFA) پہلے غذائی شفاخانے (نیوٹریشن کلینک) کا آغاز کررہی ہے۔ ڈائریکٹر PFA (پی ایف اے) نورالامین مینگل کا کہنا ہے کہ 14 اگست، 2018 تک تمام ڈویژنل ہیڈکوارٹروں میں جبکہ اس کے اگلے مرحلے میں پنجاب کے تمام 36 اضلاع میں غذائی شفا خانے کھولے جائیں گے۔ ان مراکز پر غذائی ماہرین عوام کو صحت مند خوراک کے حوالے سے رہنمائی فراہم کریں گے۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ غذائی سروے کے مطابق پنجاب کی آدھی آبادی غذائی کمی کا شکار ہے جس کی ایک اہم وجہ غذائیت کے حوالے سے آگاہی نہ ہونا ہے۔ غذائی شفاخانے سے ہر فرد غذائی ماہرین سے 232 روپے ادا کرکے مشورہ حاصل کرسکتا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 4 مئی، صفحہ 11)

وزارت قومی غذائی تحفظ وتحقیق نے پہلی قومی غذائی تحفظ پالیسی (نیشنل فوڈ سیکیورٹی پالیسی) جاری کردی ہے۔ پالیسی کا مقصد غربت و بھوک کا خاتمہ اور خوراک کی (زراعت، مال مویشی اور ماہی گیری شعبے میں) پیداوار کے پائیدار نظام کا فروغ ہے۔ وفاقی کابینہ نے تقریباً دو ماہ قبل اس پالیسی کی منظوری دی تھی لیکن حکومت نے اپنی مدت ختم ہونے سے صرف دو دن قبل اس پالیسی کا اعلان کیا ہے۔ پالیسی کے مطابق گندم کی موجودہ سرکاری خریداری اور امدادی قیمت پر نظرثانی کی جائے گی اور اسے مرحلہ وار ختم کردیا جائے گا۔ پالیسی مسودے کے مطابق (بظاہر یہ لگتا ہے کہ) حکومت گندم و چینی کی برآمد پر زرتلافی دینے کے بجائے درآمدی دالوں اور روغنی بیجوں کی خریداری پر امدادی قیمت متعارف کرواسکتی ہے۔ پالیسی غذائی تحفظ کے چاروں عوامل خوراک کی دستیابی، اس تک رسائی، اس کے استعمال اور استحکام کے حوالے سے مسائل کے حل کا طریقہ کار پیش کرتی ہے۔ اس پالیسی کا مقصد زراعت میں پیداوار میں اضافہ کرنا، اسے منافع بخش بنانا، موسمی تبدیلی سے مطابقت پیدا کرنا اور زراعت میں مسابقت پیدا کرنا بھی ہے۔ وفاقی وزیر قومی غذائی تحفظ وتحقیق سکندر حیات خان بوسن کا کہنا ہے کہ وزیراعظم کی سربراہی میں قومی غذائی تحفظ کونسل (نیشنل فوڈ سیکیورٹی کونسل) قائم کی جارہی ہے جس میں وزرائے اعلی اور متعلقہ سرکاری اداروں کے

نمائندگان شامل ہوں گے۔ یہ کونسل غذائی تحفظ کی صورتحال کا جائزہ لے گی اور اس حوالے سے ضروری اقدمات کرے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 30 مئی، صفحہ 8)

پنجاب اسمبلی نے صوبے میں زرعی منڈی کو ضابطے میں لانے کے لیے پنجاب ایگریکلچرل مارکیٹنگ ریگولیٹری اتھارٹی (PAMRA) ایکٹ کی منظوری دیدی ہے جو صوبہ میں رائج موجودہ کئی دہائی پرانے نظام کی جگہ لے گا۔ سیکریٹری زراعت پنجاب محمد محمود کا کہنا ہے کہ پرانا قانون محدود تھا جو مسابقت کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ نیا قانون زرعی پیداواری منڈیوں میں مسابقت میں اضافے کی راہ ہموار کرے گا اور کسانوں کو نئی جہتیں فراہم کرے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ منڈیوں میں بڑھتے ہوئے مسابقتی عمل سے کسانوں و خوردہ فروشوں اور صارفین کی سودے بازی کی قوت بہتر ہوگی جس کے نتیجہ میں کسانوں کو اپنی پیداوار کی فروخت سے آمدنی میں اضافہ ہوگا۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 24 مئی، صفحہ 20)

چیئرمین واٹر اینڈ پاور ڈیولپمنٹ اتھارٹی (WAPDA) مزمل حسین نے سینیٹ کمیٹی کو تفصیلی جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر پاکستان کو تباہ کن مستقبل سے محفوظ رکھنا ہے تو کاشتکاری کے طریقوں، پانی کے استعمال کے حوالے سے منصوبہ بندی، آبی ذخائر کی تعمیر اور سندھ طاس معاہدے کو اپنی جارہانہ خارجی پالیسی کا حصہ بنانے کی اشد ضرورت ہے۔ کالا باغ ڈیم کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے مزمل حسین نے تجویز دی ہے کہ کالا باغ ڈیم کے انتظامی اختیارات سندھ کے سپرد کردیے جائیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ملک کو منصوبہ بندی کے دہائیوں پرانے فرسودہ، وقت طلب اور سست عمل سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ ملک میں 12 ملین ایکڑ فٹ پانی اس کے موثر استعمال کے ذریعے بچایا جاسکتا ہے۔ (ڈان، 7 جون، صفحہ 1)

پیداوار

ملک میں دالوں کی پیداوار میں اضافے اور اس کے درآمدی حجم کو کم کرنے کے لیے 2.59 بلین روپے لاگت کا ایک منصوبہ تیار کیا گیا ہے۔ اس منصوبے کو منظوری کے لیے سینٹرل ڈیولپمنٹ ورکنگ پارٹی

(CDWP) کے اگلے اجلاس میں منظوری کے لیے پیش کیا جائے گا۔ منصوبے کے تحت وفاقی اور صوبائی سرکاری تحقیقی اداروں میں درآمد شدہ جینیاتی وسائل کے ذریعے دالوں کی نئی اقسام تیار کی جائیں گی اور اس کی کاشت کے طریقوں کو بہتر بنایا جائے گا۔ دالوں کی طلب و رسد کے فرق کو ختم کرنے کے لیے اس کی درآمد پر انحصار بڑھتا جارہا ہے۔ پاکستان اس وقت سالانہ تقریباً ایک بلین ڈالر مالیت کی دالیں درآمد کررہا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 15 جولائی، صفحہ 17)

- سندھ طاس معاہدہ/ پاک بھارت آبی تنازعہ

بھارتی آبی کمشنر کی سربراہی میں نو رکنی وفد پاک بھارت مستقل آبی کمیشن کے تحت پاکستان کے ساتھ دو روزہ مزاکرات کے لیے لاہور پہنچ گیا ہے۔ پاکستانی حکام کا کہنا ہے کہ وہ دریائے چناب پر بھارت کے 1,000 میگاواٹ کے پاکل دل اور 48 میگاواٹ کے لوئر کلنائی پن بجلی منصوں کی تعمیر پر پاکستانی تحفظات پیش کریں گے۔ پاکستان کا موقف ہے کہ بھارت کی جانب سے ایسے دنوں میں دونوں منصوبوں کی تعمیر شروع کی گئی کہ جب پاکستان شدید آبی بحران سے گزررہا ہے، بھارت کا یہ عمل سندھ طاس معاہدے کی خلاف ورزی ہے۔ (ڈان، 29 اگست، صفحہ 3)

تحقیق

محمد نواز شریف زرعی یونیورسٹی میں قائم ہونے والی سائنو۔پاک ایگری بائیوٹیکنالوجی لیب نے چائنیز اکیڈمی آف ایگریکلچرل سائنسز (CAAS) کے اشتراک سے کپاس کے اعلی معیار کے جینیاتی مواد تیار کرنے کے لیے تحقیق کا آغاز کردیا ہے۔ لیبارٹری کے قیام کا مقصد کپاس کا ایسا جینیاتی مواد تیار کرنا ہے جو گلابی سنڈی، سفید مکھی کے خطرہ سے نمٹنے میں مددگار ثابت ہو نیز جراثیم اور گرمی کے خلاف مدافعت رکھتا ہو۔ یہ جدید لیبارٹری حال ہی میں 40 ملین روپے کی لاگت سے تیار کی گئی ہے جس کے لیے 20 ملین روپے چین نے فراہم کیے ہیں جبکہ بقیہ رقم نواز شریف زرعی یونیورسٹی کی جانب سے دی گئی ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 27 اگست، صفحہ 2)

IX۔ ماحول

گزشتہ دو ماہ سے ماحول سے متعلق مقدمات کی سماعت کرنے والی سندھ کی واحد ماحولیاتی عدالت (انوائرنمنٹل ٹریبونل) کے غیر فعال ہونے کی وجہ سے 150 مقدمات التواء کا شکار ہیں۔ اٹھارویں آئینی ترمیم کے بعد ماحولیات کا محکمہ صوبوں کو منتقل ہونے کے بعد اپریل، 2015 میں سندھ حکومت نے سندھ انوائرنمنٹل پروٹیکشن ایکٹ 2014 کے تحت ماحولیاتی عدالت قائم کی تھی۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ عدالتی سربراہ اور ارکان کی تین سالہ مدت 14 مارچ کو ختم ہوگئی ہے جسے صوبائی حکام توسیع دینے میں ناکام رہے۔ قانون کے تحت حکومت کو خالی اسامیوں پر نئی تعیناتی یا سابقہ سربراہ و ارکان کی مدت میں توسیع کے لیے صوبائی حکومت کو سمری ارسال کرنی تھی۔ ماحولیاتی عدالت میں گزشتہ ایک سال سے 150 مقدمات زیر التواء ہیں۔ (ڈان، 24 مئی، صفحہ 17)

زمین

- فضلہ

ڈپٹی کمشنر کوئٹہ کیپٹن ریٹائرڈ طاہر ظفر عباسی نے تاجروں اور دکانداروں پر زور دیا ہے کہ وہ ایک ہفتے کے اندر پلاسٹک کی تھیلیاں گوداموں اور منڈی سے ہٹالیں۔ کوئٹہ شہر میں پلاسٹک کی تھیلیوں کی خرید و فروخت اور ان کے استعمال پر مکمل پابندی ہے۔ غیر تحلیل شدہ پلاسٹک کی تھیلیاں نالوں اور نکاسی کی لائنوں میں پھنس جاتی ہیں جس سے پانی کی نکاسی متاثر ہوتی ہے۔ انھوں نے تاجروں اور دکانداروں پر زور دیا کہ وہ پلاسٹک کے بجائے کاغذ کے تھیلے استعمال کریں جو ماحول دوست ہونے کے ساتھ دوبارہ استعمال کے قابل ہوتے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 7 جولائی، صفحہ 7)

- جنگلات

سینٹر سرتاج عزیز کی سربراہی میں ہونے والے سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے موسمی تبدیلی کے اجلاس میں بتایا گیا ہے کہ سرسبز پاکستان پروگرام (گرین پاکستان پروگرام) کے تحت ملک میں فروری، 2017 تا جون،

2018 تک 27 ملین درخت لگائے گئے ہیں۔ چھ ملین درخت پنجاب میں، 2.68 ملین سندھ میں، 7.8 ملین خیبر پختونخوا، 0.7 ملین بلوچستان، 2.5 ملین گلگت بلتستان، 0.2 ملین اسلام آباد اور 0.5 ملین وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں میں لگائے گئے ہیں۔ کمیٹی کے رکن سینیٹر سکندر میندھرو کا کہنا تھا کہ درخت لگانا کوئی مشکل ہدف نہیں ہے لیکن اس کی بڑھوتری تک حفاظت کرنا مشکل مرحلہ ہے۔ ضروری ہے کہ وزارت موسمی تبدیلی تین ماہ بعد ان درختوں کے حوالے سے رپورٹ کمیٹی میں جمع کرائے۔ (بزنس ریکارڈر، 5 جولائی، صفحہ 3)

ایک مضمون کے مطابق ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ اگر ملک میں جنگلات کی کٹائی کا سلسلہ موجودہ رفتار سے جاری رہا تو اگلے 50 سالوں میں پاکستان میں جنگلات ختم ہو جائیں گے۔ جنگلات میں اضافہ عالمی حدت کے اثرات کو ختم کرنے کا واحد راستہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پانی زندگی کا لازمی جز ہے اور ہر گزرتے دن کے ساتھ جنگلات کی کٹائی ہمیں پانی جیسی بنیادی ضرورت سے بھی محروم کررہی ہے۔ زیارت و چترال میں بلوط، صنوبر اور چلغوزہ سمیت دنیا کے کچھ نایاب درخت تیزی سے کم ہورہے ہیں۔ ملک کے شمالی علاقہ جات میں پائے جانے والے زیادہ تر جنگلات کم ہوگئے ہیں کیونکہ وہاں رہنے والی آبادی کے لیے توانائی کے حصول کا دوسرا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ بہت سے علاقے جو قیام پاکستان سے پہلے جنگل قرار دیئے گئے تھے اب ختم ہوچکے ہیں۔ (ایم ضیاالدین، بزنس ریکارڈر، 11 جولائی، صفحہ 20)

ایک مضمون کے مطابق 1990 میں پاکستان میں جنگلات پر مشتمل رقبہ 3.3 فیصد تھا جو 2015 میں تشویشناک حد تک کم ہوکر 1.9 فیصد تک رہ گیا تھا۔ جنگلات پر مشتمل رقبہ کے حوالے سے پاکستان دنیا میں 110 ویں نمبر پر ہے۔ ایک اندازے کے مطابق 0.2 سے 0.5 فیصد سالانہ کی شرح سے ملک میں جنگلات کی کٹائی کا سلسلہ جاری ہے۔ انٹرنیشنل یونین آف کنزرویشن آف نیچر (IUCN) کے مطابق اگر جنگلات کی کٹائی کا سلسلہ یوں ہی جاری رہا تو آئندہ دس سے پندرہ سالوں میں پاکستان سے جنگلات ختم ہو جائیں گے۔ 1965 سے 2001 تک مینگروز کے جنگلات کا رقبہ 400,000 ہیکٹر سے کم ہوکر

158,000 ہیکٹر رہ گیا ہے۔ زیارت، بلوچستان میں صنوبر کے جنگلات کا رقبہ سالانہ 1.27 فیصد کی شرح سے کم ہورہا ہے۔ سانس لینے کے عمل سے مختلف مقاصد کے لیے لکڑی کے استعمال تک ہماری بقاء جنگلات پر منحصر ہے جو جانوروں کو پناہ گاہیں اور انسانوں کو روزگار فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ سیلابی ریلوں سے تحفظ، زمینی کٹاؤ کی روک تھام، کاربن کو جذب کرکے موسمی تبدیلی کے اثرات سے بچاؤ اور رکازی ایندھن کے نعم البدل کے طور پر بطور ایندھن لکڑی بھی فراہم کرتے ہیں۔ (ڈاکٹر محمد عباس عزیز، ڈان، 30 جولائی، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

ایک خبر کے مطابق سندھ اینگرو کول مائننگ کمپنی اور محکمہ جنگلات سندھ کے درمیان تھرپارکر خصوصا تھر بلاک II اور اس کے گرد و نواح میں بڑے پیمانے پر درخت لگانے کے حوالے سے مفاہمت کی ایک یاداشت پر دستخط کیے گئے ہیں۔ معاہدے کے تحت محکمہ جنگلات درخت لگانے کے لیے کمپنی کو مسلسل تکنیکی مدد فراہم کرے گا اور سرسبز پاکستان منصوبے کے تحت کمپنی کو درختوں کی پنیری مفت فراہم کرے گا۔ محکمہ جنگلات کمپنی کی کھارے پانی سے چارے کی پیداوار کے لیے بھی مدد فراہم کرے گا۔ شجرکاری منصوبے کو درست سمت میں رکھنے اور تکنیکی مدد فراہم کرنے کے لیے محکمہ جنگلات کے حکام مستقل بنیادوں پر تھرکول بلاک II کا دورہ بھی کریں گے۔ (بزنس ریکارڈر، 28 جون، صفحہ 7)

پانی

- آلودگی

سپریم کورٹ کے مقرر کردہ کمیشن نے کراچی کے ساحل سمندر پر آلودگی کا نوٹس لیتے ہوئے سیکریٹری دفاع کو نوٹس جاری کردیا ہے۔ کمیشن کے سربراہ جسٹس ریٹائرڈ امیر ہانی مسلم نے کراچی میں دوران سماعت DHA (ڈی ایچ اے) اور کنٹونمنٹ بورڈ کلفٹن (CBC) کو آلودگی کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ کمیشن نے سیکریٹری دفاع کو کہا ہے کہ اس بات کی وضاحت دیں کہ کونسا قانون ان اداروں کو غیر صاف شدہ آبی فضلہ سمندر میں پھینکنے کی اجازت دیتا ہے جو نا صرف انسانی صحت بلکہ سمندری حیات کے لیے بھی انتہائی

مضر ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 16 مئی، صفحہ 4)

ایک خبر کے مطابق 2017 میں کیے گئے منچھر جھیل کے ماحولیاتی تجزیے کے مطابق جھیل کا پانی انتہائی آلودہ اور پینے کے لیے انتہائی غیر موزوں ہے۔ جھیل کے پانی کا معیار، موجودہ صورتحال اور ماحولیاتی نظام پر اسکے اثرات کا جائزہ لینے کے لیے آبی وسائل پر تحقیق کا قومی ادارہ پاکستان کونسل آف ریسرچ ان واٹر ریسورسیز (PCRWR) نے یو ایس۔ پاکستان سینٹر فار ایڈوانسیڈ اسٹڈیز ان واٹر (USPCAS-W) اور مہران یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی (MUET) کے اشتراک سے یہ تحقیق کی گئی ہے۔ تحقیقی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ جھیل میں آبی فضلہ پھینکنے پر پابندی عائد کرنے کے لیے فوری اقدامات کرنے اور جھیل کی مستقل اور طویل المدت بنیادوں پر جانچ کرنے کی فوری ضرورت ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 20 مئی، صفحہ 3)

کمشنر قلات ڈویژن، بلوچستان محمد ہاشم گلزئی کے مطابق ضلع آوران میں گزشتہ چار دنوں میں آلودہ پانی پینے سے چھ افراد ہلاک ہوگئے ہیں اور 120 افراد جام غلام قادر ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ یہ واقع آوران کے ایک مضافاتی گاؤں میں پیش آیا جہاں مکینوں نے 16 مئی کو ایک زمینی گڑھے میں موجود پانی استعمال کیا تھا۔ (بزنس ریکارڈر، 21 مئی، صفحہ 5)

ایک خبر کے مطابق سپریم کورٹ کے مقرر کردہ عدالتی کمیشن برائے پانی و نکاسی نے پورٹ قاسم اتھارٹی (PQA) کی تمام صنعتوں کو تین ماہ میں فضلہ صاف کرنے والے کارخانے (ٹریٹمنٹ پلانٹ) نصب کرنے کی ہدایت کی ہے۔ کمیشن نے صنعتکاروں کو تنبیہ کی ہے کہ اگر انہوں نے دی گئی ہدایت پر مقررہ وقت تک عمل نہیں کیا تو ان کے کارخانے سربمہر کردیے جائیں گے۔ کمیشن نے PQA (پی کیو اے) کو بھی ہدایت کی ہے کہ وہ دو ماہ میں ان کارخانوں کے باہر نکاسی آب کی لائنیں بچھائے جو کارخانوں سے صفائی کے بعد نکلنے والے نکاسی آب کی لائن سے منسلک ہونگی۔ (ڈان، 26 جون، صفحہ 17)

کراچی یونیورسٹی کے شعبہ ماحولیاتی علوم کے پروفیسر معظم علی خان اور ڈاکٹر عالمگیر کی جانب سے حال ہی میں کی گئی تحقیق میں اجاگر کیا گیا ہے کہ کس طرح کراچی میں ماہی گیروں کو روزگار فراہم کرنے والی کھاڑی (کریک) میں گرنے والے صنعتی اور انسانی فضلے نے کھاڑی کا حیاتیاتی تنوع برباد کیا ہے۔ کورنگی کریک میں ذرائع بشمول کورنگی اور لانڈھی کے صنعتی علاقے اور ملیر ندی سے آلودہ پانی شامل ہورہا ہے۔ بھینس کالونی سے متواتر ٹھوس اور آبی فضلہ کھاڑی میں ڈالے جانے سے اس میں نامیاتی آلودگی بڑھ گئی ہے۔ اس کھاڑی سے 100,000 افراد کا روزگار وابستہ ہے جو بلواسطہ یا بلاواسطہ ماہی گیری شعبہ سے جڑے ہیں۔ (ڈان، 30 جولائی، صفحہ 15)

آلودگی، صحت و تحفظ

خیبر پختونخوا فوڈ سیفٹی اینڈ حلال فوڈ اتھارٹی نے خوراک کے تحفظ کے قانون فوڈ سیفٹی ایکٹ 2014 کی خلاف ورزی پر پشاور کے مختلف علاقوں میں چار کارخانوں کو سربمہر کردیا ہے۔ اتھارٹی کے جاری کردہ اعلامیہ کے مطابق رنگ روڈ پر واقع گھی کے کارخانے پر عملے نے چھاپہ مارا جہاں دیگر کمپنیوں کے نام سے غیر معیاری گھی تیار کیا جارہا تھا۔ اس کے علاوہ کوہاٹ میں جعلی مشروبات بنانے والا کارخانہ اور گلبہار میں واقع بیکری کو بھی غذائی معیار کی خلاف ورزی پر سربمہر کردیا گیا ہے۔ (دی نیوز، 3 جون، صفحہ 3)

خیبر پختونخوا فوڈ سیفٹی اینڈ حلال فوڈ اتھارٹی عید کے دنوں میں بھی فعال رہی۔ اتھارٹی نے 20 دکانوں کو سربمہر کردیا جبکہ 0.5 ملین روپے جرمانہ عائد کیا ہے۔ ادارے کے ترجمان عطاللہ خان کے مطابق اتھارٹی نے سوات اور ایبٹ آباد کے سیاحتی مقامات سمیت صوبہ بھر میں 100 سے زائد چھاپہ مار کارروائیاں کی ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 20 جون، صفحہ 8)

خیبر پختونخوا فوڈ سیفٹی اینڈ حلال فوڈ اتھارٹی نے گلیات اور بحرین میں سیاحتی مقامات پر غیر معیاری خوراک کی فروخت پر دو ہوٹلوں کو سربمہر کردیا جبکہ مزید چار ہوٹلوں پر بھاری جرمانہ عائد کردیا ہے۔ اتھارٹی کے

ترجمان عطااللہ خان کے مطابق سیاحوں کی شکایت پر نتھیا گلی میں دو ہوٹلوں کو سربمہر کیا گیا جہاں زائد المعیاد خوراک فراہم کی جاتی تھی۔ (بزنس ریکارڈر، 24 جون، صفحہ 17)

خیبر پختونخوا فوڈ سیفٹی اینڈ حلال فوڈ اتھارٹی نے انڈس ہائی وے پر ملاوٹ شدہ دودھ ترسیل کرنے والے تھوک فروشوں کے خلاف سخت کارروائی کرتے ہوئے 300,000 روپے جرمانہ عائد کردیا ہے۔ اتھارٹی نے دودھ ترسیل کرنے والی گاڑی کی جانچ کی جس میں 15,000 لیٹر دودھ موجود تھا۔ اس دودھ میں 32.25 فیصد پانی کی ملاوٹ تھی جبکہ دودھ میں چکنائی چار فیصد پائی گئی تھی۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 27 جون، صفحہ 6)

نگراں وزیر صحت و دیہی ترقی سندھ مشتاق احمد شاہ نے ایک اجلاس کے دوران کہا ہے کہ حکومت سندھ نے 1,455 ملین روپے کی لاگت سے ضلعی سطح پر پانی کی جانچ کرنے والی 23 لیبارٹریاں قائم کرنے اور سندھ کے دیہی علاقوں میں پانی کی فراہمی اور نکاسی آب کو شمسی توانائی پر منتقل کرنے کے لیے 1,575 ملین روپے مختص کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اجلاس میں بتایا گیا ہے کہ شہری و دیہی علاقوں میں فلٹر پلانٹ کی بحالی کے لیے بھی 666.12 ملین روپے مختص کیے جاچکے ہیں۔ (ڈان، 19 جولائی، صفحہ 19)

X۔ موسمی تبدیلی

پی ایم ڈی کے مرتب کردہ اعداد و شمار کے مطابق معمول کے برعکس پاکستان میں ماہ اگست میں 47 فیصد کم بارشیں ہوئی ہیں جبکہ مون سون ختم ہونے میں صرف دو ہفتے باقی رہ گئے ہیں۔ اس حوالے سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے علاقے سندھ اور بلوچستان ہیں۔ بارشوں میں ہونے والی اس کمی کو ماہر موسمیات نے موسمی تبدیلی قرار دیا ہے۔ یکم جولائی تا 27 اگست کے دورانیہ میں سندھ میں بارشوں میں 87 فیصد اور بلوچستان میں 54 فیصد کمی ہوئی ہے۔ (ڈان، 28 اگست، صفحہ 4)

خشک سالی

مون سون بارشوں میں تاخیر اور غیر یقینی صورتحال کی وجہ سے تھر میں سنگین خشک سالی کا خطرہ ہے۔ مکمل طور پر بارشوں پر انحصار کرنے والے اس خطے میں جون اور جولائی کے ابتدائی دنوں میں کچھ علاقوں میں اوسطاً 25 ملی میٹر بارش ہوئی ہے۔ ضلع کے مختلف علاقوں میں کاشت کی گئی روایتی فصلیں بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے اب خشک ہونے لگی ہیں۔ بارشوں کی امید پر دریائی علاقوں سے اپنے مال مویشیوں سمیت گھروں کو واپس آنے والے افراد مایوس ہوکر دوبارہ بدین، عمرکوٹ، میرپور خاص اور دیگر قریبی اضلاع کی طرف نقل مکانی کررہے ہیں۔ نوآبادیاتی دور سے ہی یہ سلسلہ چلا آرہا ہے کہ اگست کے دوسرے تیسرے ہفتہ تک ضرورت کے مطابق بارشیں نہ ہونے کی صورت میں تھرپارکر کو خشک سالی سے متاثرہ علاقہ قرار دے دیا جاتا ہے۔ (ڈان، 14 اگست، صفحہ 19)

وزیر اعلی سندھ کی سربراہی میں ہونے والے کابینہ کے اجلاس میں حکومت سندھ نے تھر کو خشک سالی سے متاثرہ علاقہ قرار دے دیا ہے۔ صوبائی وزیر سردار شاہ اور وزیر اعلی کے مشیر مرتضی وہاب نے ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ بورڈ آف ریونیو (BoR) کے اعلی افسر اقبال درانی کے مطابق تھرپارکر کے تمام 167 دیہات اور عمرکوٹ کے 25 دیہات آفت زدہ ہیں۔ مرتضی وہاب کا کہنا تھا کہ گزشتہ تین ماہ کے دوران مٹھی میں 58 ملی میٹر، اسلام کوٹ میں 24 ملی میٹر، ڈپلو میں 51 ملی میٹر، کالوئی میں 10 ملی میٹر، چھاچھرو میں 105 ملی میٹر، ڈھالی میں 120 ملی میٹر اورنگر پارکر میں 40 ملی میٹر بارش ہوئی ہے۔ تھرپارکر میں 323,435 جبکہ عمرکوٹ میں 43,240 خاندان خشک سالی سے متاثر ہیں۔ صوبائی کابینہ نے متاثرین کو ہر ماہ فی خاندان 50 کلوگرام گندم دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اعلی افسران کو خشک سالی سے متاثرہ علاقے اچھرو تھر، کاچھو اور کوہستان سے بھی متعلقہ ڈپٹی کمشنر کے ذریعے معلومات حاصل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ ان علاقوں میں مقامی افراد کی مدد کی جاسکے۔ (ڈان، 21 اگست، صفحہ 17)

حکومت سندھ نے تھرپارکر اور عمرکوٹ اضلاع کو خشک سالی سے متاثرہ قرار دے دیا ہے۔ سانگھڑ میں اچھرو

تھر میں رہنے والے اس ہی طرح کی خشک سالی کا شکار ہیں جنہیں نظر انداز کردیا گیا ہے۔ مقامی افراد کا دعوی ہے کہ تعلقہ سانگھڑ اور کھپرو کی سات یونین کونسلوں پر پھیلا ہوا اچھرو تھر بھی (تھر پارکر جیسی) خشک سالی کا شکار ہے جہاں پانچ یونین کونسلیں مون سون بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے بری طرح متاثر ہوئی ہیں۔ علاقے کے مقامی رہائشی کھمن سنگھ چندرا ویر کا کہنا ہے کہ اچھرو تھر میں کم بارشوں کی وجہ سے فصلیں کاشت نہیں کی جاسکتیں اور انسان و مویشی دونوں کے لیے پانی نہیں ہے۔ قانون کے مطابق 15 اگست تک مطلوبہ مقدار میں بارشیں نہ ہوں تو حکومت اس علاقے کو خشک سالی سے متاثرہ علاقہ قرار دینے کی مجاز ہے۔ اسی قانون کے تحت حکومت نے تھر پارکر اور عمرکوٹ کو آفت زدہ قرار دیا ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 22 اگست، صفحہ 5)

BoR (بی او آر) کے رکن اقبال حسن درانی نے کہا ہے کہ تھر کے عوام کو زیادہ سے زیادہ مدد فراہم کرنے کے لیے بینظیر انکم سپورٹ پروگرام (BISP) کارڈ کے ذریعے مفت گندم اور وظیفہ فراہم کیا جائے گا۔ حسن درانی، جن کے پاس ریلیف کمشنر کا اضافی عہدہ بھی ہے، نے محکمہ ریونیو، مال مویشی، صحت اور دیگر محکموں سے خشک سالی سے متاثرہ تھر کے عوام اور ان کے مویشیوں کی زیادہ سے زیادہ مدد کے لیے منصوبہ سازی اور ہرممکن کوشش کرنے پر زور دیا ہے۔ ایک غیر سرکاری تنظیم کے سربراہ اللہ نواز سموں نے حکام سے درخواست کی ہے کہ تین ماہ تک متاثرہ خاندانوں کو رعایتی قیمت پر مویشیوں کے چارے کی فراہمی یقینی بنائی جائے جس سے بکریوں کو بچانے میں مدد مل سکتی ہے جو ان غریب عوام کا بنیادی اثاثہ ہیں۔ منتخب یونین کونسلوں میں جہاں پانی کی سطح نیچے ہوگئی ہے اور کنوئیں خشک ہوگئے ہیں وہاں ٹینکروں کی مدد سے پینے کا پانی فراہم کیا جائے۔ اس کے علاوہ بچوں اور ماؤں میں خصوصاً حاملہ عورتوں میں دودھ، خوردنی تیل اور گندم تقسیم کیا جائے۔ (ڈان، 26 اگست، صفحہ 19)

ایک خبر کے مطابق گزشتہ 24 گھنٹوں میں تھر پارکر میں غذائی کمی اور وبائی امراض کی وجہ سے پانچ بچے جانبحق اور درجنوں متاثر ہوئے ہیں۔ یہ تمام اموات سول ہسپتال مٹھی میں ہوئی ہیں۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے

کہ بھوک کی شکار حاملہ مائیں ہسپتال آتی ہیں جو مردہ بچوں کو جنم دیتی ہیں۔ضلع تھرپارکر میں دور دور تک طبی سہولیات کا نام ونشان نہیں ہے کیونکہ اکثر طبی مراکز کا اب تک افتتاح نہیں کیا گیا ہے۔ زمینی حقائق کے برعکس دورہ تھرپارکر کے دوران وزیر صحت سندھ عذرا فضل پیچوہو کا کہنا تھا کہ ان اموات کا سبب غذائی کمی نہیں ہے اور ضلع میں مناسب طبی سہولیات موجود ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 26 اگست، صفحہ 17)

- گرمی کی لہر

پی ایم ڈی نے تصدیق کی ہے کہ اپریل کے مہینے میں پاکستان دنیا کا گرم ترین مقام بن گیا تھا جب نواب شاہ، سندھ میں درجہ حرارت 50 ڈگری سیلسیس سے بھی تجاوز کر گیا تھا۔ 30 اپریل، 2018 کو نواب شاہ میں درجہ حرارت 50.2 ڈگری سیلسیس تک پہنچ گیا تھا۔ عالمی اور ملکی تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ اپریل کے مہینے میں درجہ حرارت 50 ڈگری سیلسیس تک جا پہنچا ہو۔ گزشتہ سال نواب شاہ میں ہی 22 اپریل کو 49.2 ڈگری سیلسیس درجہ حرارت ریکارڈ کیا گیا تھا۔ (ڈان، 3 مئی، صفحہ 19)

ایک خبر کے مطابق کراچی میں جاری گرمی کی لہر سے تین دنوں میں تقریباً 60 افراد ہلاک ہوگئے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق ایدھی فاؤنڈیشن کے سربراہ فیصل ایدھی کا کہنا ہے کہ ادارے کو روزانہ تقریباً 25 لاشیں موصول ہوتی ہیں لیکن پچھلے تین دنوں میں انھیں ہر عمر کے افراد کی 160 لاشیں موصول ہوئی ہیں۔ تقریبا 60 خاندانوں کا کہنا ہے کہ ان کے پیاروں کی موت شدید گرمی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ سیکریٹری صحت سندھ نے گرمی سے کسی بھی فرد کی ہلاکت کی تردید کی ہے۔ شہر میں پیر (21 مئی) کو درجہ حرارت 44 ڈگری سیلسیس تک پہنچ گیا تھا۔ (ڈان، 22 مئی، صفحہ 17)

سندھ میں ایک ہفتہ سے جاری شدید گرمی کی لہر سے دادو میں تین افراد ہلاک ہوگئے ہیں۔ دادو میں درجہ حرارت 51 ڈگری سیلسیس ریکارڈ کیا گیا جبکہ نواب شاہ میں زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت 50.5 ڈگری سیلسیس ریکارڈ کیا گیا۔ موئن جو داڑو، جیکب آباد اور لاڑکانہ کے شہریوں کو بھی 50 ڈگری سیلیس کی شدید

گرمی برداشت کرنا پڑی۔ (ڈان، 2 جون، صفحہ 19)

XI۔ غربت اور غذائی کمی

غربت

- انکم سپورٹ پروگرام

بینظیر انکم سپورٹ پروگرام:

BISP (بی آئی ایس پی) نے نیسلے پاکستان کے ساتھ مل کر دیہی روزگار پروگرام (رورل لائیولی ہڈ پروگرام) کا آغاز کیا ہے۔ اس حوالے سے منعقد کردہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے چیئرپرسن بی آئی ایس پی ماروی میمن کا کہنا تھا کہ ''مجھے خوشی ہے کہ نیسلے پاکستان نے عورتوں کو نیسلے کی مصنوعات کی فروخت کے ذریعے بہتر روزگار حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا''۔ سیکریٹری بی آئی ایس پی عمر حامد خان کا اس حوالے سے کہنا تھا کہ یہ صرف شروعات ہے بی آئی ایس پی اس طرح کی سرکاری و نجی شراکت کو کارپوریٹ سوشل رسپونسبلٹی (CSR) کے تحت بڑھا رہی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبون، 12 مئی، صفحہ 3)

سینیٹ کی قائمہ کمیٹی نے بی آئی ایس پی کی جانب سے غربت کی شکار عورتوں کے سروے میں تاخیر پر ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ تین سالوں سے کمیٹی بی آئی ایس پی کو سروے مکمل کرنے کی ہدایت کررہی ہے جو دو ماہ میں مکمل کیا جاسکتا ہے۔ بی آئی ایس پی پائیدار ترقیاتی اہداف کے حصول کے لیے انتہائی اہم سرکاری ادارہ ہے۔ اس پروگرام کے لیے 90 فیصد مالی وسائل حکومت فراہم کرتی ہے جبکہ بقیہ 10 فیصد رقم ایشیائی ترقیاتی بینک، عالمی بینک جیسے امدادی اداروں سے حاصل ہوتی ہے۔ قائمہ کمیٹی کے چیئرمین سینٹر محمد عثمان کاکڑ کا کہنا تھا کہ ماضی میں غربت پر کیے گئے سروے 50 فیصد غلط (اعداد و شمار پر مبنی) تھے۔ غریبوں میں تقسیم کردہ 50 فیصد رقم غیر ضرورت مند افراد میں تقسیم ہوئی۔ سیکریٹری بی آئی ایس پی عمر حامد خان نے کمیٹی کو بتایا کہ ستمبر میں رقم جاری ہوتے ہی سروے کا کام شروع کردیا جائے گا۔ انہوں نے وضاحت کی کہ

ماضی میں کیے گئے سروے تقریباً 20 فیصد غلط (اعداد و شمار پر مبنی) تھے۔ (ڈان، 8 اگست، صفحہ 4)

غذائی کمی

ایک مضمون کے مطابق بچوں کی ابتدائی زندگی میں نشو و نما میں کمی بچوں میں بڑھوتری اور تعلیم کے حوالے سے ناقابل تلافی نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔ غذائی کمی قومی پیداوار اور معاشی بڑھوتری میں کمی کی وجہ بنتی ہے۔ کچھ ممالک میں یہ نقصان مجموعی قومی پیداوار کا دو سے تین فیصد ہے جبکہ افریقہ اور ایشیا میں یہ شرح سالانہ 11 فیصد تک ہے۔ بدقسمتی سے پاکستانی حکومت کی غذائی کمی پر غیر سنجیدگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آخری قومی غذائی سروے 2011 میں کیا گیا تھا۔ بظاہر اب 2018 میں اس سروے کا آغاز کیا جارہا ہے۔ 2011 کے قومی غذائی سروے کے نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ قومی سطح پر آیوڈین میں کمی کی صورتحال بہتر ہوئی ہے جبکہ پاکستان بھر میں 58.1 فیصد گھرانے غذائی عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ (سید بختیار کاظمی، بزنس ریکارڈر، 12 مئی، صفحہ 18)

ایک خبر کے مطابق ملک کے تقریباً آدھے بچے غذائی کمی کی وجہ سے نشو و نما میں کمی کے شکار ہیں۔ حکومت نے اس حوالے سے وزارت منصوبہ بندی و ترقی، منصوبہ بندی کمیشن اور عالمی غذائی پروگرام (WFP) کے اشتراک سے پاکستان میں غذائی کمی دور کرنے کے لیے مختلف شعبہ جات کے ساتھ مل کر غذائیت پر حکمت عملی کا آغاز کر دیا ہے۔ اس حکمت عملی کو پاکستان ملٹی سیکٹورل نیوٹریشن اسٹریٹجی کہا جارہا ہے۔ WFP (ڈبلیو ایف پی) کے قومی ڈائریکٹر فن بار کوران کا کہنا تھا کہ پاکستان ایک پروگرام اسکیلنگ اپ نیوٹریشن (SUN) کا رکن ہے اور وہ کوشش کررہا ہے کہ غذائیت کے لیے بہتر اشارے فراہم کرسکے۔ منصوبہ بندی کمیشن کے رکن ڈاکٹر عظیم خان کا کہنا ہے کہ حکومت غذائی قلت اور اس کے معیشت پر ہونے والے اثرات سے باخبر ہے اور غذائی کمی کو دور کرنے کے لیے حکومت نے بجٹ 19-2018 میں دس بلین روپے مختص کیے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 17 مئی، صفحہ 10)

تھرپارکر، سندھ کے علاقے چھاچھرو میں غذائی کمی کی وجہ سے مزید دو بچے جانبحق ہوگئے ہیں جس کے بعد مئی کے مہینے میں مرنے والے بچوں کی تعداد 34 ہوگئی ہے۔ تفصیلات کے مطابق ضلع کے مختلف ہسپتالوں میں 70 سے زائد بچے تاحال زیر علاج ہیں۔ سندھ حکومت کے مسائل کے حل کے لیے ناکافی اقدامات کی وجہ سے غذائی کمی کے شکار خاندانوں نے مویشیوں کے لیے چارہ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے بدین اور دیگر علاقوں کی طرف ہجرت شروع کردی ہے۔ تھرپارکر میں 6,000,000 گائے موجود ہیں جو مقامی لوگوں کے لیے آمدنی کا زریعہ ہیں۔ حکومت سندھ نے تھرپارکر میں غذائی کمی کی صورتحال سے نمٹنے کے لیے 2014 میں ادارہ ترقیات تھر (تھر ڈیولپمنٹ اتھارٹی) کے قیام کا اعلان کیا تھا جس کا مسودہ تاحال تاخیر کا شکار ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 27 مئی، صفحہ 3)

تھرپارکر، سندھ میں مزید پانچ بچے غذائی کمی کی وجہ سے موت کا شکار ہوگئے ہیں جس کے بعد گزشتہ پانچ ماہ میں مرنے والے بچوں کی تعداد 250 ہوگئی ہے۔ تھرپارکر میں صرف گزشتہ ایک ہفتے میں ہی 16 بچے جانبحق ہوئے ہیں۔ 20,000 مربع کلومیٹر پر مشتمل پاکستان کے غریب ترین اضلاع میں شمار ہونے والے تھرپارکر کے سول ہسپتال، مٹھی میں ماہر تجربہ کار ڈاکٹروں کی کمی ہے۔ نرسوں کی 19 اسامیوں پر صرف نو نرسیں تعینات ہیں جبکہ ضلع تھرپارکر کی 1.6 ملین آبادی کے لیے صرف ایک ماہر امراض نسواں (گائنوکلوجسٹ) تعینات ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 31 مئی، صفحہ 2)

محکمہ خوراک پنجاب، نیشنل فورٹیفیکیشن الائنس اور ڈبلیو ایف پی نے پنجاب میں غذائی کمی (مائیکرو نیوٹرینٹ ڈیفشنسی) کے سدباب کے لیے خوراک میں اضافی غذائیت شامل کرنے کی حکمت عملی (پنجاب فوڈ فورٹیفیکیشن اسٹریٹجی 2018) جاری کردی ہے۔ آسٹریلوی حکومت نے اس حکمت عملی کی تیاری اور اسے جاری کرنے کے لیے مالی معاونت فراہم کی ہے۔ قومی غذائی سروے 2011 کے مطابق پنجاب میں پانچ سال سے کم عمر کے 39 فیصد بچے عمر کے حساب سے نشو ونما میں کمی، 30 فیصد بچے وزن میں کمی اور 14 فیصد بچے جسمانی نشو نما میں کمی کا شکار ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 28 جون، صفحہ 13)

محکمہ منصوبہ بندی و ترقی پنجاب نے SUN (سن) اور ہیومن ڈیولپمنٹ فاؤنڈیشن (HDF) کے اشتراک سے پنجاب میں ماں اور بچے کی صحت سے متعلق شعور بیدار کرنے کی مہم ''امید سے آگے'' کا آغاز کردیا ہے۔ ملک میں غذائی کمی کی وجہ سے سالانہ چار لاکھ سے زائد مائیں و بچے موت کا شکار بن جاتے ہیں۔ سن پنجاب کے ترجمان سلیم مسیح کا کہنا تھا کہ غذائی کمی کئی پہلوں پر مشتمل مسئلہ ہے جس میں صحت، تعلیم، پانی، نکاسی جیسے دیگر عوامل کارفرما ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 8 اگست، صفحہ 13)

ایک مضمون کے مطابق غذائی کمی پاکستان جیسے تیسری دنیا کے ممالک میں اہم ترین سماجی معاشی مسائل میں سے ایک ہے۔ ناکافی و غیر متوازن خوراک اور حفظان صحت و نکاسی آب کی بدتر صورتحال خراب صحت و تعلیم کی وجہ ہے جو معاشی بڑھوتری اور انسانی ترقی میں رکاوٹ بنتی ہے۔ ان مسائل سے نمٹنے کے لیے پاکستان 2013 سے غذائی کمی کے حوالے سے عالمی مہم سن سے وابستہ ہے۔ صوبہ سندھ بڑھتی ہوئی غذائی کمی سے شدید متاثر ہے جہاں پانچ سال سے کم عمر کے 48 فیصد بچے نشو ونما میں کمی کے شکار ہیں جبکہ ان میں سے 35 فیصد بچے غذائی کمی کی وجہ سے شدید متاثر ہیں۔ غذائی کمی کی صورتحال کو ناپنے کے عالمی پیمانے گلوبل ایکیوٹ میل نیوٹریشن (GAM) کے مطابق تھرپارکر میں غذائی کمی 22.7 فیصد، سانگھڑ میں 16 فیصد اور قمبر شہداد کوٹ میں 13.8 فیصد ہے۔ حال ہی میں صوبائی حکومت کی جانب سے غذائی کمی کی صورتحال میں تیزی سے بہتری لانے کے منصوبے پر عمل درآمد کے باوجود بھی صورتحال بدتر ہوتی جارہی ہے۔ اس حکومتی منصوبے کا مقصد 2021 تک نشو ونما میں کمی کے شکار بچوں کی تعداد 48 فیصد سے 30 فیصد تک لانا اور 2026 تک اس شرح کو 15 فیصد تک لانا ہے۔ یہ اعداد و شمار سندھ میں غذائیت کے حوالے سے تشویشناک صورتحال ظاہر کرتے ہیں جس پر حکومت اور ذرائع ابلاغ کی جانب سے کم توجہ دی جاتی ہے۔ (مرتضی تالپور، ڈان، 13 اگست، صفحہ 4، بزنس اینڈ فنانس)

XII۔ قدرتی بحران

بارشیں / طوفان

خیبر پختونخوا اور فاٹا کے مختلف علاقوں میں شدید بارشوں اور طوفان سے ہونے والے حادثات میں 14 افراد ہلاک جبکہ 22 زخمی ہوگئے ہیں۔ باجوڑ ایجنسی کی انتظامیہ کے مطابق بارشوں اور طوفان کی وجہ سے مکانات کے چھت گرنے کی وجہ سے نو افراد ہلاک جبکہ 13 افراد زخمی ہوئے ہیں۔ بارشوں اور طوفان سے سب سے زیادہ نقصان مومند اور کھر تحصیل میں ہوا ہے۔ (ڈان، 13 مئی، صفحہ 16)

باجوڑ ایجنسی میں ہونے والی شدید بارشوں اور طوفان سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد بڑھ کر 11 ہوگئی ہیں۔ حکام کے مطابق مختلف علاقوں میں امدادی کارروائی کے دوران مزید دو لاشیں اور سات زخمی ملے ہیں۔ زیادہ تر ہلاکتیں چھت گرنے کے واقعات میں ہوئی ہیں۔ (ڈان، 14 مئی، صفحہ 7)

مون سون سے پہلے زیریں اور بالائی سندھ میں شروع ہونے والی بارشیں تیسرے روز بھی جاری رہیں۔ ضلع عمرکوٹ کے مختلف علاقوں سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق بارشوں کی وجہ سے ہونے والے حادثات میں تین افراد ہلاک ہوگئے ہیں۔ (ڈان، 30 جون، صفحہ 19)

ایک خبر کے مطابق تھرپارکر اور بدین اضلاع میں گزشتہ روز سے جاری ہلکی اور درمیانے درجے کی بارشوں کا سلسلہ جاری ہے۔ بارشوں کے دوران کارونجھر، تھرپارکر کے پہاڑی علاقے میں آسمانی بجلی گرنے سے 15 بکریاں ہلاک ہوگئی ہیں۔ (ڈان، 29 جون، صفحہ 19)

سیلاب

خیبر پختونخوا میں چترال کی وادی بمبوراٹ میں موسلادھار بارشوں کے نتیجے میں آنے والے سیلاب سے کئی

گھر بہہ گئے جس سے تقریبا 100 افراد بے گھر ہوگئے ہیں۔ سیلاب سے بہہ کر آنے والی مٹی سے کئی ایکڑ پر گندم اور مکئی کی فصلیں اور باغات کو نقصان پہنچا ہے۔ علاقے میں انتہاہی نظام کی وجہ سے لوگ پہلے ہی محفوظ مقامات پر منتقل ہوگئے تھے جس کی وجہ سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا لیکن سیلاب سے کئی مویشیوں کے بہہ جانے کی اطلاعات ہیں۔ (ڈان، 11 جون، صفحہ 7)

چترال کے علاقے دروش میں طوفانی بارشوں کی وجہ سے آنے والے سیلاب سے 60 سے زائد گھر زیر آب آگئے ہیں۔ سیلاب کی وجہ سے مکئی کی کھڑی فصلوں کے ساتھ پھلوں کے باغات بھی متاثر ہوئے ہیں۔ تاہم کوئی جانی نقصان نہیں ہوا کیونکہ انتظامیہ کی پیشگی اطلاع اور ہدایت کے مطابق متاثرہ گھروں کے افراد پہلے ہی محفوظ مقام پر منتقل ہوچکے تھے۔ سیلاب کی وجہ سے لواری سرنگ جانے والی سڑک دس گھنٹوں سے بند ہے جبکہ دیہات کو پانی کا ترسیلی نظام بھی سیلاب میں بہہ گیا ہے۔ (ڈان، 19 اگست، صفحہ 7)

زلزلہ

اسلام آباد، خیبر پختونخوا اور پنجاب کے مختلف علاقوں میں دو بار درمیانے درجے کا زلزلہ محسوس کیا گیا ہے۔ پی ایم ڈی کے زلزلے کی پیائش کے قومی ادارے نیشنل سیسمک مانیٹرنگ سینٹر کے مطابق زلزلے کی شدت 5.5 میگنی ٹیوڈ تھی۔ زلزلے کا مرکز بنوں سے 20 کلومیٹر دور شمال مغرب میں 12 کلومیٹر کی گہرائی میں تھا۔ دوسرا زلزلہ 6.4 میگنی ٹیوڈ کا تھا جس کا مرکز افغانستان ۔ تاجکستان سرحدی علاقے میں 97 کلومیٹر کی گہرائی میں تھا۔ (ڈان، 10 مئی، صفحہ 5)

سوات میں مینگورہ اور اس سے ملحقہ علاقوں میں زلزلہ محسوس کیا گیا ہے۔ پی ایم ڈی کے مطابق زلزلے کی شدت 4.6 میگنی ٹیوڈ تھی اور اس کا مرکز افغانستان میں ہندوکش کے مقام پر 217 کلومیٹر کی گہرائی میں تھا۔ (بزنس ریکارڈر، 1 جولائی، صفحہ 2)

XIII۔ مزاحمت

پانی

گزشتہ چھ ماہ سے پانی کی عدم فراہمی کے خلاف بڑی تعداد میں کسانوں و ہاریوں نے نوکوٹ ۔مٹھی شاہراہ کو ٹریکٹر ٹرالیاں کھڑی کرکے بند کردیا۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ ان کے علاقے کے محکمہ آبپاشی کے حکام اور سیاسی شخصیات کوئی بھی ان کے مسائل سننے کو بھی تیار نہیں ہیں۔ محکمہ آبپاشی کی بدانتظامی کی وجہ سے نارا کنال کے نوکوٹ سب ڈویژن میں پانی نہر کے آخری سرے تک نہیں پہنچ رہا ہے۔ پانی کی قلت کی وجہ سے ان کے مویشی مررہے ہیں اور زرعی زمین بنجر ہورہی ہے۔ کسانوں نے پانی فراہم کرنے اور محکمہ آبپاشی کے بدعنوان افسران کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔ (ڈان، 24 مئی، صفحہ 19)

بدین میں کسان تنظیموں کے ارکان اور کسانوں نے پانی کی شدید قلت اور پانی کی وارہ بندی کی خلاف ورزی کے خلاف شٹر بند ہڑتال کی اور کھوسکی، پنگریو، ٹنڈو باگو میں احتجاجی ریلی نکالی۔ مظاہرین نے محکمہ سندھ اریگیشن اینڈ ڈرینج اتھارٹی (SIDA) کے چیئرمین، ڈائریکٹر اور پیپلز پارٹی کے مقامی رہنماؤں پر الزام لگایا ہے کہ وہ ان کے حصے کا پانی اپنے علاقوں اور زرعی زمینوں کی طرف موڑ رہے ہیں۔ مظاہرین نے محکمے کے بدعنوان افسران کو فوری طور پر برطرف کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ (ڈان، 4 جون، صفحہ 17)

کسانوں کی بڑی تعداد نے پانی کی قلت کے خلاف بدین کے علاقے ملکانی شریف میں پنگریو جھڈو شاہرا پر تین گھنٹے تک دھرنا دیا۔ دھرنے میں شریک سندھ آبادگار ایسوسی ایشن (SAA) کے عہدیداران کے مطابق بااثر افراد محکمہ آبپاشی کے افسران کی مدد سے ان کے حصے کا پانی چوری کررہے ہیں۔ پانی کی قلت کی وجہ سے علاقے میں قحط جیسی صورتحال پیدا ہوگئی ہے۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ 2013 میں سپریم کورٹ کے جاری کردہ پانی کی منصفانہ تقسیم کے حکم کے باوجود بھی انہیں پانی کے حق سے محروم کیا جارہا ہے۔ (ڈان، 14 جون، صفحہ 19)

سندھ آبادگار اتحاد (SAI) کے صدر نواب زبیر تالپور نے حیدرآباد پریس کلب پر پریس کانفرنس کے دوران کہا ہے کہ پانی کی شدید کمی کی وجہ سے لاکھوں ایکڑ زرعی زمین بنجر ہوگئی ہے اور صوبے کے کسان پیداوار نہ ہونے کی وجہ سے مالی مسائل کا سامنا کررہے ہیں۔ انھوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ صوبے کو آفت زدہ قرار دے کر تمام زرعی محصولات ختم کیے جائیں تاکہ کسانوں کے مسائل کم ہوسکیں۔ نواب زبیر تالپور نے ارسا کو پانی کی شدید کمی کا ذمہ دار قرار دیا جس نے سندھ کے کسانوں کو وقت پر فصل کی کاشت سے محروم کیا، یہاں تک کے عوام اور مویشیوں کو پینے کا پانی بھی میسر نہیں ہے۔ انھوں نے کسانوں کو مزید معاشی نقصان سے بچانے کے لیے نہروں کے آخری سرے کے کسانوں کو پانی فراہم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 22 جون، صفحہ 5)

جیکب آباد کے مختلف دیہات سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں کسانوں نے نور واہ (نہر) میں پانی کی بندش کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے بیگاری نہر کے نزدیک قومی شاہراہ پر ریلی نکالی اور دھرنا دیا۔ مشتعل مظاہرین نے نعرے بازی کرتے ہوئے قومی شاہرا بند کردی۔ ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے مظاہرین کا کہنا تھا کہ بیگاری نہر میں بھرپور پانی موجود ہے لیکن محکمہ آبپاشی کے بدعنوان افسران نور واہ میں پانی جاری نہیں کررہے۔ نور واہ میں پانی نہ ہونے کی وجہ سے لاکھوں ایکڑ زمین بنجر ہوری ہے۔ کئی بار محکمہ آبپاشی کے دفتر سے رابطہ کیا گیا لیکن کسانوں کی شنوائی نہیں ہوئی۔ کسانوں نے الزام لگایا کہ محکمہ آبپاشی کے افسران رشوت لے کر گڑھی خیرو اور دیگر علاقوں کو پانی ترسیل کررہے ہیں۔ (ڈان، 14 جولائی، صفحہ 19)

ضلع بدین کے علاقے پیرو لاشاری میں کئی کسان پانی کی قلت کے خلاف احتجاج کے دوران پولیس کے تشدد سے زخمی ہوگئے ہیں۔ پولیس نے یہ کارروائی کسانوں کی جانب سے قومی شاہراہ پر دھرنے کے دوران کی جس سے شاہراہ پر گاڑیوں کی آمد رفت معطل ہوگئی تھی۔ تلہار پولیس نے 50 کسانوں کے خلاف مقدمہ درج کیا ہے جن میں مختلف کاشتکار تنظیموں کے رہنماء بھی شامل ہیں۔ دو کسان رہنما میر زیشان

تالپور اور جمال نظامانی کو پولیس نے گرفتار کرلیا ہے۔ (ڈان، 1 اگست، صفحہ 19)

ضلع دادوں میں نہروں میں پانی کی مصنوعی قلت کے خلاف چھوٹے کسانوں اور ہاریوں نے احتجاج کرتے ہوئے محکمہ آبپاشی حکام کے خلاف بااثر زمینداروں کو پانی فروخت کرنے پر کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔ احتجاج سندھ پیپلز ہاری کمیٹی کے دفتر سے شروع ہوکر پریس کلب پر اختتام پذیر ہوا۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ بااثر جاگیردار محکمہ آبپاشی کی ملی بھگت سے پانی چوری کررہے ہیں۔ کسانوں کو 15,000 ایکڑ پر کھڑی گنے کی فصل کے لیے پانی کی کمی کی وجہ سے شدید نقصان کا سامنا ہے۔ اگر پانی کی یہ قلت جاری رہی تو دادو اور تعلقہ جوہی میں 25,000 ایکڑ زمین بنجر ہوسکتی ہے۔ (ڈان، 11 اگست، صفحہ 19)

بالائی سندھ میں پانی کی شدید قلت کی وجہ سے کسان سخت پریشانی کا شکار ہیں۔ پانی کی کمی کی وجہ سے چاول کی بوائی تاخیر کا شکار ہے۔ لاڑکانہ، دادو، خیرپور، قمبر، شہدادکوٹ، کشمور اور جیکب آباد کے کسان ہزاروں ایکڑ رقبے پر چاول کی کاشت کے لیے پانی کے منتظر ہیں۔ چاول کی فصل لگانے کے لیے زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور وافر پانی نہ ہونے کی صورت میں اس کی بوائی نہیں ہوسکتی۔ کسان پانی کی قلت کے خلاف احتجاج کررہے ہیں لیکن ان کے احتجاج کا حکام پر کوئی اثر نہیں ہورہا۔ کسانوں کا کہنا ہے کہ گزشتہ کچھ ہفتوں میں پانی کی قلت کے خلاف احتجاجی دھرنے دیے گئے اور بھوک ہڑتال بھی کی گئی ہے لیکن ملک میں انتخابات کی وجہ سے جاری سیاسی گہما گہمی کے باعث متعلقہ حکام اس مسئلہ سے آنکھیں چرارہے ہیں۔ پانی کی قلت سے ناصرف چاولوں کی فصل متاثر ہوئی ہے بلکہ پانی کی کمی مختلف برادریوں کے مابین تنازعات کا باعث بھی بن رہی ہے۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 6 اگست، صفحہ 4)

خانپور مہرٹاؤن، ضلع گھوٹکی میں کسانوں کی بڑی تعداد نے گجی مائنر میں پانی کی شدید کمی کے خلاف احتجاجی ریلی نکالی۔ پریس کلب پر ریلی کے اختتام پر مظاہرین کا کہنا تھا کہ پانی کی مستقل قلت کی وجہ سے ان کی زمینیں اور کپاس کی کھڑی فصلیں تباہ ہوگئی ہیں۔ مظاہرین نے الزام عائد کیا کہ محکمہ آبپاشی بشمول ڈائریکٹر

SIDA (سیڈا) نے ان کے حصے کا پانی کنڈائی شاخ کے دروازے بند کرکے بااثر جاگیرداروں کی زمینوں کی طرف موڑ دیا جس کے نتیجے میں پانی گجی مائنر تک نہیں پہنچا۔ مظاہرین نے متعلقہ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ انہیں معاشی نقصان سے بچانے کے لیے گجی مائنر میں پانی جاری کیا جائے۔ (ڈان، 27 اگست، صفحہ 17)

ب۔ بین الاقوامی زرعی خبریں

ا۔ زرعی پیداواری وسائل

کسان مزدور

بھارت کے نیشنل ہیومن رائٹس کمیشن (NHRC) نے مغربی ریاست مہاراشٹرا میں حالیہ کچھ مہینوں میں سینکڑوں کسانوں کی خودکشی پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ حکومتی امداد کے باوجود بھارت میں خشک سالی، غیر منافع بخش فصلوں کی پیداوار، ناقص بنیادی ڈھانچہ اور پیداوار کی قیمت کم ہونے کی وجہ سے زرعی شعبہ خستہ حالی کا شکار ہے خصوصاً ریاست مہاراشٹرا میں حالات انتہائی خراب ہیں۔ ریاستی حکومت کا کہنا ہے کہ مارچ اور مئی کے دوران 639 کسانوں نے خودکشی کی ہے۔ حکومتی مخالفین کا کہنا ہے کہ 2014 سے جب سے مودی حکومت اقتدار میں آئی ہے مجموعی طور پر 13,000 سے زائد کسان خودکشی کر چکے ہیں۔ (ڈان، 18 جولائی، صفحہ 15)

اا۔ زرعی مداخل

صنعتی طریقہ زراعت

بیج

- جینیاتی بیج

امریکہ کے دو بڑے بیج فروخت کنندگان بیکس ہائبرڈ (Beck's Hybrid) اور اسٹائن سیڈ (Stine Seed) امریکی ماحولیاتی ادارے پر زور ڈال رہے ہیں کہ وہ کسانوں کو آئندہ موسم گرما میں نباتات کش زہر ڈی کمبا (Dicamba) کے استعمال سے روکے۔ بہار کے موسم میں سویا بین کی بیجائی سے پہلے کیمیائی مواد کے چھڑکاؤ سے کسانوں کو روکنا مونسانٹو کے ڈی کمبا کے استعمال سے تحفظ فراہم کرے گا۔ گزشتہ گرمیوں میں کسانوں کی جانب سے مونسانٹو (جو کہ اب بائیر اے جی کی ملکیت ہے) کی ڈی کمبا کے خلاف مزاحمت

رکھنے والی جینیاتی سویابین کی کاشت کے بعد ڈی کمبا قریبی کھیتوں کی طرف بھی پھیل گئی تھی جس سے 3.6 ملین ایکڑ (کل سویا بین کی کاشت کا چار فیصد) پر ڈی کمبا کے خلاف مزاحمت نہ رکھنے والی سویابین کی فصل متاثر ہوئی تھی۔ ان کھیتوں کے قریب رہائشی مکانات کے مالکان نے بھی شکایت کی تھی کہ ان کے درخت اور پھول بھی متاثر ہوئے ہیں۔ محکمہ تحفظ ماحولیات کی جانب سے ڈی کمبا کے استعمال کی اجازت اس سال خزاں میں ختم ہورہی ہے اور ماحولیاتی ادارہ اس اجازت میں توسیع کرسکتا ہے اور اس کے استعمال کو روک بھی سکتا ہے۔ بیج کمپنیوں کو آئندہ ہفتوں میں اس فیصلے کی توقع ہے۔ (دی نیوز، 19 اگست، صفحہ 17)

III۔ غذائی فصلیں، پھل سبزی، نقد آور فصلیں و اشیاء

امریکہ میں ٹرمپ انتظامیہ نے تجارتی جنگ سے متاثر ہونے والے کسانوں کو 12 بلین ڈالر کی ہنگامی امداد دینے کا اعلان کیا ہے۔ کسانوں اور مختلف کسان گروہوں نے صدر کی تجارتی جنگ کی سخت مخالفت کی ہے۔ امداد کا اعلان امریکی صدر کے سب سے زیادہ سویابین پیدا کرنے والی ریاست، آئی اووا (Iowa) کے دورے سے دو روز قبل کیا گیا ہے۔ اس امداد سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ صدر ٹرمپ کسانوں کے لیے فکر مند ہیں اور انہیں تجارتی جنگ کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے کوشاں ہیں۔ تاہم محکمہ زراعت کی جانب سے اعلان کردہ اس امداد سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ صدر ٹرمپ تمام تر تنقید اور مخالفت کے باوجود تجارتی جنگ کو بڑھائیں گے۔ (انٹرنیشنل نیو یارک ٹائمز، 26 جولائی، صفحہ 8)

اشیاء

- چینی

ایک خبر کے مطابق عالمی منڈی میں چینی کی قیمتوں میں کمی اور ایتھنول کی مانگ میں اضافے کی وجہ سے برازیل کی شوگر ملوں نے 2018-19 کی متوقع پیداوار میں سے تقریباً 500,000 ٹن چینی کے برآمدی معاہدے منسوخ کردیے ہیں۔ تجزیہ کار کمپنی آرچر (Archer) کے مطابق وہ گنا جو چینی کی پیداوار کے لیے

استعمال ہوتا تھا اب ایتھنول کی پیداوار کے لیے استعمال ہوگا۔ برازیل دنیا میں چینی پیدا کرنے اور برآمد کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے جس کا چینی کی برآمدی منڈی میں حصہ کم ہورہا ہے کیونکہ چینی کی موجودہ قیمت زیادہ تر ملوں کے لیے منافع بخش نہیں ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 17 مئی، صفحہ 12)

IV۔ مال مویشی، ماہی گیری اور مرغبانی

صدیوں سے چین پانڈا کو سفارتی تعلقات کے لیے تحفہ کے طور پر پیش کرنے کے لیے استعمال کرتا رہا ہے۔ تاہم بھارتی وزیراعظم نے ''گائے سفارتکاری'' کو اپنایا ہے۔ نریندر مودی نے روانڈا کے دورے کے دوران دارلحکومت کے جنوب میں ایک مثالی گاؤں کو 200 گائیں عطیہ کی ہیں۔ یہ گائے روانڈا حکومت کے منصوبے ''گرینکا'' کے تحت دی گئی ہیں جو 2006 سے دیہات میں رہنے والے غریب افراد کو سہولت فراہم کررہا ہے۔ نریندر مودی کا کہنا تھا کہ یہ گائیں روانڈا کے دیہی علاقوں میں عوام کی زندگی میں بہتری لانے کا سبب بنیں گی۔ (ڈان، 25 جولائی، صفحہ 15)

V۔ تجارت

برآمدات

- کپاس

بھارت کے کپاس کے برآمد کنندگان نے چین کو 500,000 گانٹھیں کپاس برآمد کرنے کے معاہدوں پر دستخط کیے ہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ کپاس پیدا کرنے والا ملک بھارت عام طور پر اگست کے آخر میں کپاس کی فروخت شروع کرتا ہے۔ تاہم چین میں کپاس کی بڑھتی ہوئی طلب اور قیمت میں اضافے کی وجہ سے بھارتی برآمد کنندگان نے کپاس کی فروخت کے پیشگی معاہدے شروع کردیے ہیں۔ کاٹن ایسوسی ایشن آف انڈیا (CAI) کے صدر اتل گناترا کا کہنا ہے کہ چین کی جانب سے کپاس کی طلب زیادہ ہے اور وہ بھارتی کپاس کے پیشگی سودے کے لیے تیار ہیں لیکن بھارتی تاجروں کو آنے والی کپاس کی فصل کی

درست قیمت اور حجم کا واضح اندازہ نہیں ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 14 جون، صفحہ 1)

VI۔ کارپوریٹ شعبہ

زرعی کیمیائی کمپنیاں

- بائیر

جرمن کیمیائی کمپنی بائیر نے کہا ہے کہ اس نے امریکی محکمہ انصاف سے امریکی بیج و کیمیائی کمپنی مونسانٹو کا اختیار و انتظام/ ملکیت حاصل کرنے کے لیے اینٹی ٹرسٹ اجازت (antitrust approval) حاصل کرلی ہے یعنی اینٹی ٹرسٹ قانون کے تحت یہ منظوری حاصل کرلی ہے کہ بائیر کے مونسانٹو کمپنی خریدنے سے انصاف پر مبنی مسابقت (fair competition) کو ٹھیس نہیں پہنچے گی۔ بائیر کے سربراہ ورنر باؤمن (Werner Baumann) نے ایک بیان میں کہا ہے کہ کمپنی بحیرہ اوقیانوس کی دونوں جانب امریکہ اور یورپ سے مونسانٹو کی خریداری کا عمل مکمل کرنے کے لیے منظوری حاصل کرنے کے مراحل میں ہے۔ یورپ اس خریداری کی منظوری دے چکا ہے۔ (بزنس ریکارڈر، 30 مئی، صفحہ 9)

- مونسانٹو

امریکی ریاست کیلی فورنیا میں اسکول میں بطور مالی کام کرنے والے 45 سالہ سرطان (non-Hodgkin's lymphoma) سے متاثر ڈیوین جونسن (Dewayne Johnson) نے عدالت میں مونسانٹو کے خلاف آخری دم تک جنگ لڑنے کا عزم ظاہر کیا ہے جس کے نباتات کش زہر نے مبینہ طور پر جونسن سے اس کا مستقبل چھین لیا ہے۔ جونسن کی ذمہ داریوں میں پودوں پر راؤنڈ اپ ریڈی اور رینجر پرو (Ranger Pro) کا چھڑکاؤ شامل تھا۔ ان دونوں نباتات کش زہر میں گلائفوسیٹ شامل ہوتا ہے۔ جانسن نے دو سال پہلے مونسانٹو کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کا فیصلہ کیا تھا جس میں عدالت سے درخواست کی گئی ہے کہ انہیں مونسانٹو کی جانب سے 400 ملین ڈالر سے زائد رقم بطور ہرجانہ ادا کرنے کا فیصلہ سنایا جائے۔ یہ پہلی بار

ہوا ہے کہ سرطان کے راؤنڈ اپ ریڈی سے تعلق کے حوالے سے مقدمہ کی سماعت کی جارہی ہے۔ مونسانٹو کی اس مقدمے میں ہار اس کے خلاف ایسے ہی سینکڑوں مقدمات کی راہ ہموار کردے گی۔ (بزنس ریکارڈر، 11 اگست، صفحہ 12)

امریکی ریاست کیلی فورنیا کی ایک عدالت نے کیمیائی مواد بنانے والی کمپنی مونسانٹو کو نباتات کش زہر راؤنڈ اپ ریڈی کے استعمال سے سرطان کے خطرہ سے آگاہ نہ کرنے پر راؤنڈ اپ ریڈی سے متاثرہ شخص ڈیوین جونسن کو 290 ملین ڈالر ہرجانہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ عدالتی جوری (jury)) کے تمام ارکان نے متفقہ طور پر مونسانٹو کو جان بوجھ کر راؤنڈ اپ ریڈی اور رینجر پرو (Ranger Pro) کے نقصانات کو پوشیدہ رکھنے میں ملوث پایا ہے جن کا ڈیون جونسن کی جان لیوا بیماری میں کافی (substantial) کردار ہے۔ اقوام متحدہ کا عالمی ادارہ صحت (WHO) کے ذیلی ادارے انٹرنیشنل ایجنسی فار ریسرچ آن کینسر (IARC) نے 2015 میں راؤنڈ اپ ریڈی کے اہم ترین جز گلائی فوسیٹ کو ممکنہ طور پر سرطان کی وجہ قرار دیا تھا، جس کی بنیاد پر مونسانٹو کے خلاف یہ مقدمہ دائر کیا گیا تھا۔ مونسانٹو کے نائب صدر اسکاٹ پیٹریج (Scott Partridge) نے عدالت کے باہر ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے عدالتی جیوری کو غلط قرار دیا ہے۔ (ڈان، 12 اگست، صفحہ 14)

VII۔ بیرونی امداد

متحدہ عرب امارات نے بھارتی ریاست کیرالا میں سیلاب کی تباہ کاریوں سے بحالی کے لیے 100 ملین ڈالر امداد کی پیشکش کی جسے بھارت نے قبول کرنے سے منع کردیا ہے۔ بھارتی حکام کا کہنا ہے کہ ملک میں طویل عرصہ سے مقامی وسائل پر ہی انحصار کی پالیسی موجود ہے جو بھارت کے لیے کافی ہے۔ 2004 میں بھارت کے جنوبی ساحل پر سونامی کے بعد، جس میں کم از کم 10,000 افراد جانبحق ہوگئے تھے، مرکزی حکومت نے ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لیے امریکی ادارہ فیڈرل ایمرجنسی مینجمنٹ ایجنسی کی طرز پر ایک

ادارہ قائم کیا تھا۔ بھارتی محکمہ خارجہ کے ترجمان رویش کمار نے کہا ہے کہ حکومت تہہ دل سے مدد اور بحالی کی پیشکش کرنے والے ممالک کی شکرگزار ہے۔ (انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 25 اگست، صفحہ 5)

VIII۔ پالیسی

جنیوا میں اقوام متحدہ کے WHO (ڈبلیو ایچ او) کے اجلاس میں یہ توقع کی جارہی تھی کہ مختلف ممالک کے سینکڑوں وفود کی جانب سے بچوں کے لیے ماں کے دودھ کو فروغ دینے کی قرارداد باآسانی منظور ہو جائے گی۔ کئی دہائیوں کی تحقیق کی بنیاد پر اس قرارداد میں کہا گیا تھا کہ بچوں کے لیے ماں کا دودھ انتہائی مفید ہے اور ممالک کو کوشش کرنی چاہیے کہ منڈی میں ماں کے دودھ کے گمراہ کن نعم البدل (ڈبے کے دودھ) کی فروخت کو محدود کریں۔ امریکہ نے بچوں کا دودھ بنانے والی صنعت کا تحفظ کرتے ہوئے اس ان تجاویز کو رد کردیا۔ امریکہ نے قرارداد کے ان الفاظ کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا جس میں ممالک سے کہا گیا تھا کہ وہ بچوں کو ماں کا دودھ پلانے کے عمل کو فروغ دیں اور اس کی حمایت کریں۔ اس کے علاوہ پالیسی سازوں کو کہا گیا تھا کہ ایسی غذائی اشیاء پر پابندی عائد کریں جن کے بارے میں ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ غذائیں بچوں پر منفی اثرات مرتب کرتی ہیں۔ بحث میں حصہ لینے والے سفارتکار اور سرکاری حکام کے مطابق جب امریکہ کو ناکامی ہوئی تو وہ دھمکیوں پر اتر آیا اور متوقع طور پر قرارداد پیش کرنے والے ملک ایکواڈور کو دھمکی دی کہ اگر اس نے قرارداد پیش کی تو امریکہ ایکواڈور پر معاشی پابندیاں عائد کرے گا اور اس کی فوجی امداد بند کردے گا۔ تاہم آخر میں روس نے قرارداد پیش کی۔ (انٹرنیشنل نیویارک ٹائمز، 10 جولائی، صفحہ 9)

IX۔ ماحول

پانی

- آبی حیات

ایک خبر کے مطابق گزشتہ تین دہائیوں میں فرانس کے مضافاتی علاقے (Ile aux Cochons) میں زمین پر پینگوئن کی سب سے بڑی آبادی تقریباً 90 فیصد کم ہوگئی ہے۔ انٹارٹک سائنس میں چھپی تحقیق کے مطابق حال ہی میں مواصلاتی سیارے سے لی گئی تصاویر ظاہر کرتی ہیں کہ پینگوئن کی تعداد صرف 200,000 رہ گئی ہے جہاں آخری دفعہ تقریباً دوملین پینگوئن دیکھے گئے تھے۔ پینگوئن کی تعداد میں کمی کی وجوہات اب تک معلوم نہیں ہوسکی ہیں۔ ماہر موحولیات ہنری وائمرسکرچ (Henri Weimerskirch) جنہوں نے پہلی بار 1982 میں پینگوئن کی اس آبادی کا مشاہدہ کیا تھا اس کمی کو غیر متوقع قرار دیا ہے۔ (ڈان، 31 جولائی، صفحہ 15)

فضاء

- آلودگی

یورپی کمیشن نے کہا ہے کہ وہ جرمنی، فرانس، برطانیہ، ہنگری، اٹلی اور رومانیہ کو یورپی یونین کے مقرر کردہ ہوا کے معیار پر عمل نہ کرنے پر ان ممالک کو یورپی کمیشن کی اعلیٰ عدالت انصاف میں لے کر جائے گا۔ جنوری میں یورپی کمیشن کی جانب سے ان ممالک کو آخری موقع دیا گیا تھا کہ یا تو وہ ہوا کا معیار بہتر کرنے کے لیے موثر اقدامات کریں یا عدالت انصاف کا سامنا کریں۔ تاہم یہ ممالک فوری طور پر مناسب اقدامات کرنے میں ناکام رہے۔ عدالت انصاف ان ممالک پر جرمانہ عائد کرسکتی ہے۔ برسلز میں ایک پریس کانفرنس میں یورپی یونین کے ماحولیاتی کمشنر کارمینو ویلا (Karmenu Vella) کا مزید کہنا تھا کہ مذکورہ ممالک کی ہوا کے معیار کو بہتر بنانے کے لیے اضافی اقدامات کی تجاویز جلد از جلد ہوا کے مقرر کردہ معیار کے حصول کے لیے ناکافی ہیں۔ (ڈان، 18 مئی، صفحہ 14)

X۔ موسمی تبدیلی

جریدہ نیچر کلائمٹ چینج میں محققین نے خبردار کیا ہے کہ ہوا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی بڑھتی ہوئی مقدار گندم، چاول اور دیگر غذائی اجناس میں پائی جانے والی غذائیت کے لیے خطرہ ہے جس سے بڑے پیمانے پر غذائی کمی پیدا ہونے کا خطرہ بڑھ گیا ہے۔ ہوا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی بلند شرح فصلوں میں فولاد، جست اور لحمیات کی شرح میں کمی کا باعث بن سکتی ہے۔ افریقہ، جنوب مشرقی ایشیاء، بھارت اور مشرق وسطیٰ میں لاکھوں نئے لوگ غذائی کمی کے شکار افراد میں شامل ہوسکتے ہیں۔ (ڈان، 28 اگست، صفحہ 14)

موسمی بحران

- گرمی کی لہر

گرمی کی جاری شدید لہر نے جاپان کے وسیع علاقے اور اس سے قریبی جنوبی و شمالی کوریا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور درجہ حرارت اب تک کی بلند ترین سطح پر پہنچ گیا ہے۔ جاپان کے محکمہ موسمیات کے مطابق ٹوکیو سے 65 کلومیٹر دور کموگایا (Kumagaya) شہر میں درجہ حرارت 41.1 ڈگری سیلسیس جبکہ ٹوکیو میں 39 ڈگری سیلسیس تک پہنچ گیا جو اس سال کا گرم ترین دن تھا۔ گرمی کی یہ لہر پورے ہفتے جاری رہنے کا امکان ہے جس سے اب تک 40 جاپان میں اور 10 افراد جنوبی کوریا میں ہلاک ہوچکے ہیں۔ (ڈان، 24 جولائی، صفحہ 15)

کینیڈا کی ریاست کیوبک (Quebec) میں گرمی کی شدید لہر نے گزشتہ ہفتہ کے دوران 33 افراد کی جان لے لی ہے۔ 33 میں سے 18 ہلاکتیں مونٹریال شہر میں ہوئیں۔ مقامی محکمہ صحت کی ڈائریکٹر مائی لین ڈروئن (Mylene Drouin) کے مطابق ہلاک ہونے والے زیادہ تر افراد 53 سے 85 سال عمر کے درمیان تھے جن کے پاس ٹھنڈے کمروں تک رسائی نہیں تھی۔ کینیڈا کے ماحولیات کے محکمے نے زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت 35 ڈگری سیلسیس ہونے اور اس کا احساس 45 ڈگری سیلسیس تک ہونے کی پیشگوئی کی تھی۔

2010 میں بھی مونٹریال میں گرمی کی لہر سے 100 افراد ہلاک ہوگئے تھے۔ (بزنس ریکارڈر، 6 جولائی، صفحہ 6)

XI۔ غربت اور غذائی کمی

غربت

ایک اخباری رپورٹ کے مطابق افغانستان میں پچھلے پانچ سالوں میں غربت کی شرح میں بے تحاشہ اضافہ ہوا ہے۔ معاشی سرگرمیاں معطل ہونے اور طالبان کی سورش کی وجہ سے افغانستان کی آدھی سے زیادہ آبادی یومیہ ایک ڈالر سے کم پر گزارہ کررہی ہے۔ یورپی یونین اور افغانستان کے مرکزی شماریاتی ادارے کی جانب سے مشترکہ طور پر کی گئی تحقیق ''افغان لیونگ کنڈیشن سروے'' کے مطابق غربت کی شرح جو 2011-12 میں 38 فیصد تھی 2016-17 میں 55 فیصد تک پہنچ گئی ہے۔ یہ رپورٹ ایسے وقت میں سامنے آئی ہے جب افغانستان کے 34 میں سے 20 صوبے شدید خشک سالی کا شکار ہیں جن کی مدد کے لیے عالمی امدادی ادارے کئی ملین ڈالر کی امداد طلب کررہے ہیں۔ (بزنس ریکارڈر، 8 مئی، صفحہ 9)

XII۔ قدرتی بحران

بارشیں / طوفان

اومان اور اس کے پڑوسی ملک یمن میں اب تک کے سب سے طاقتور طوفان اور بارشوں نے تباہی مچادی ہے۔ طوفان سے کم از کم پانچ افراد ہلاک اور 30 سے زیادہ افراد لاپتہ ہوگئے ہیں۔ یمنی حکام نے بھی طوفان سے اومان کے ساتھ شمالی سرحدی علاقہ کو نقصان پہنچنے کی تصدیق کی ہے۔ (ڈان، 27 مئی، صفحہ 14)

جاپان کے کئی علاقوں میں شدید بارشوں نے تباہی مچادی ہے جس سے کم از کم 30 افراد ہلاک ہوگئے ہیں۔ مکانات زیر آب آنے اور مٹی کے تودے گرنے کے بعد حکام نے 1.9 ملین افراد کے انخلا کے احکامات جاری کیے ہیں۔ حکام کا کہنا ہے کہ مرنے والوں کی تعداد میں اضافہ متوقع ہے کیونکہ حادثات اور

نقصانات کی معلومات اکھٹی کرنے کا عمل جاری ہے۔ (ڈان، 8 جولائی، صفحہ 14)

جاپان میں طوفانی بارشوں سے مرنے والوں کی تعداد 81 ہوگئی ہے۔ درجنوں افراد اب تک لاپتہ ہیں جبکہ 2,000 سے زائد پھنسے ہوئے افراد کو بچالیا گیا ہے۔ مختلف علاقوں کے دوملین سے زائد افراد کو علاقہ خالی کرنے کے احکامات جاری کردیے گئے ہیں۔ ہنگامی حالت میں خدمات فراہم کرنے والے ادارے اور فوجی اہلکار کشتیوں اور ہیلی کاپٹر کی مدد سے پھنسے لوگوں کو امداد فراہم کررہے ہیں۔ (ڈان، 9 جولائی، صفحہ 12)

سیلاب

ایک خبر کے مطابق مون سون بارشوں اور سیلاب کی وجہ سے جنوبی ایشیاء خصوصا شمال مشرقی بھارت اور بنگلہ دیش میں درجنوں افراد ہلاک اور ایک ملین سے زیادہ افراد در بدر ہوگئے ہیں۔ ہمالیہ سے بھارت اور پھر بنگلہ دیش میں داخل ہونے والے دریائے برہم پترا کے کنارے آباد بھارتی ریاست آسام کے 1,500 دیہات زیر آب آگئے ہیں۔ دوسری طرف بنگلہ دیش میں سیلاب سے 11 افراد ہلاک اور 250,000 سے زیادہ افراد متاثر اور بے گھر ہوگئے ہیں۔ گزشتہ ہفتے بھی بنگلہ دیش میں شدید بارشوں کی وجہ سے مٹی کے تودے گرنے اور دیگر حادثات میں 12 افراد ہلاک ہوگئے تھے۔ (ڈان، 20 جون، صفحہ 15)

بھارتی ریاست کیرالا میں بدترین سیلاب سے 300 سے زیادہ افراد ہلاک ہوگئے ہیں۔ ریاستی وزیراعلیٰ کا کہنا ہے کہ حالیہ مون سون بارشوں نے تباہی مچادی ہے اور کیرالا کو سو سالہ تاریخ کے بدترین سیلاب کا سامنا ہے۔ 24 گھنٹوں میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد میں تین گنا اضافہ ہوا ہے جس کے بعد یہ تعداد 324 ہوگئی ہے۔ 223,139 سے زائد افراد کو 1,500 امدادی کیمپوں میں منتقل کردیا گیا ہے۔ ہزاروں افراد اب بھی سیلابی پانی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 18 اگست، صفحہ 12)

زلزلہ

انڈونیشیا کے جزیرے لمبوک میں زلزلہ سے 98 افراد کی ہلاکت اور ہزاروں عمارتیں متاثر ہونے کے بعد 2,000 سیاحوں کو علاقے سے نکال لیا گیا ہے۔ 6.9 میگنی ٹیوڈ کے زلزلے سے سیاح اور مقامی افراد میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ لمبوک میں ایک ہفتے پہلے بھی آنے والے ہولناک زلزلے سے 17 افراد ہلاک ہوگئے تھے۔ (بزنس ریکارڈر، 7 اگست، صفحہ 12)

انڈونیشیا میں آنے والے تباہ کن زلزلہ سے جاںبحق ہونے والے افراد کی تعداد 319 ہوگئی ہے۔ متاثرین میں زلزلہ کے بعد آنے والے جھٹکوں سے خوف و ہراس پایا جاتا ہے۔ 6.9 میگنی ٹیوڈ کے زلزلہ سے لمبوک میں ہزاروں مکانات، مساجد، تجارتی عمارتیں منہدم ہوگئی تھیں۔ تاہم شدید متاثرہ علاقوں میں چار دن بعد امداد پہنچنا شروع ہوگئی ہے۔ حکام کا کہنا ہے کہ تقریباً 14,000 افراد شدید زخمی ہیں جبکہ 150,000 افراد بے گھر ہوگئے ہیں۔ بہت سے زلزلہ زدگان اپنے منہدم گھروں کے سامنے خیموں میں رہنے پر مجبور ہیں۔ متاثرین کو خوراک، صاف پانی اور طبی امداد کی کمی کا سامنا ہے۔ (ڈان، 10 اگست، صفحہ 14)

جنگلی آگ

امریکی ریاست کیلی فورنیا کے شمال میں جنگل میں لگنے والی آگ سے آگ بجھانے والے دو ارکان ہلاک ہوگئے ہیں۔ حکام کے مطابق آگ 44,450 ایکڑ رقبے پر پھیل گئی ہے۔ اس سال اب تک تقریباً چار ملین ایکڑ رقبے پر جنگلات راکھ ہوچکے ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 28 جولائی، صفحہ 12)

امریکہ کی مرکزی حکومت نے کیلی فورنیا کے لیے امداد کی منظوری دے دی ہے۔ ریاست میں ہنگامی حالت کا اعلان کرتے ہوئے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے ریاست کیلی فورنیا کے ہنگامی حالت سے نمٹنے کے لیے کیے جانے والے اقدامات میں مدد کرنے کے احکامات دیے ہیں۔ ہزاروں افراد پر مشتمل عملہ جنگلات

میں لگنے والی آگ پر قابو پانے کی کوشش کررہا ہے جس سے اب تک چھ افراد جانبحق ہوچکے ہیں۔ (ڈان، 30 جولائی، صفحہ 13)

کیلی فورنیا میں جنگلات میں لگنے والی آگ سے ہزاروں آگ بجھانے والے ارکان نبردآزما ہیں۔ گزشتہ ماہ بھڑکنے والی آگ سے جانبحق ہونے والوں کی تعداد 11 ہوگئی ہے۔ ریاست کے شمالی حصے میں آگ سے تقریباً 300,000 ایکڑ رقبہ برباد ہوگیا ہے۔ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ سے آئے ہوئے امدادی کارکنان سمیت 14,000 ارکان آگ پر قابو پانے میں مصروف ہیں۔ (دی ایکسپریس ٹریبیون، 9 اگست، صفحہ 12)

XIII۔ مزاحمت

بھارتی ریاست تامل ناڈو میں تانبے کے ایک کارخانے کے خلاف ماحولیاتی تحفظات کے حوالے سے کیے جانے والے احتجاجی مظاہرے پر مقامی پولیس نے گولی باری کرکے 12 افراد کو ہلاک کردیا ہے۔ ہزاروں مظاہرین کارخانے کو بند کرنے کا مطالبہ کررہے تھے جو ایک دیوہیکل برطانوی کمپنی کی ملکیت ہے۔ اس واقعہ میں تقریباً 20 پولیس اہلکار بھی زخمی ہوئے ہیں۔ (ڈان، 23 مئی، صفحہ 14)

روٹس فار ایکوٹی کا تعارف

روٹس فار ایکوٹی ناانصافیوں کی شکار پسماندہ دیہی اور شہری آبادیوں کے ساتھ کام کرتی ہے جن میں چھوٹے اور بے زمین کسان، عورتیں اور مذہبی اقلیتیں شامل ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ پاکستان کی معاشی و سماجی ترقی حقیقی جمہوریت کے بغیر ممکن نہیں اور یہ تبدیلی آبادیوں کے متحرک ہوئے بغیر ناممکن ہے۔ یقیناً سماجی شعور اور سیاسی طور پر بیدار آبادیاں ہی اپنے لیے انصاف حاصل کرسکتی ہیں۔ روٹس فار ایکوٹی اس اصول پر سختی سے قائم ہے کہ وہ آبادیوں کے ساتھ مل کر سماجی، سیاسی، معاشی و ماحولیاتی انصاف کی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالے گی۔

ہمارا عزم

آبادیوں کو سماجی، سیاسی و معاشی اور ماحولیاتی انصاف کے حصول کے لیے مستحکم کرنا۔

ہماری منزل

ایک حقیقی جمہوری معاشرہ جو عوام کے استحصال، جبر اور ناانصافیوں سے مبرا ہو۔

حال احوال

روٹس فار ایکوٹی (Roots for Equity)
نے میزریور کے تعاون سے شائع کیا ہے۔
اے۔1، فرسٹ فلور، بلاک 2، گلشن اقبال، کراچی
فون: 0092 21 34813320 فیکس: 0092 21 34813321
بلاگ: http://rootsforequity.noblogs.org